

हिन्दुस्तानी एकेडेमी, पुस्तकालय
इलाहाबाद

वर्ग संख्या.....

पुस्तक संख्या.....

क्रम संख्या..... 1122

हिन्दुस्तानी एकेडेमी, पुस्तकालय
इलाहाबाद

वर्ग संख्या

पुस्तक संख्या

क्रम संख्या

॥८७

محاصرہ پیرس

پیرس کا زبردست محاصرہ
اہل فرانس کی مداخلت اور وطن

پرستی اہل جرمن اور اتحادیوں کے
جور توڑ بیج شکست کے عبرت انگیز

نکارے غنیم کے جان بازانہ حملے اور محصورین کا قابل تعریف عزم و
استقلال پیرس میں ہندوستانی سپاہ کی شجاعت۔ جدید آلات کا استعمال سائنس
کے نوجوانوں کے پیرس کی بربادی کے دل شکن واقعات۔ ایک مجبورہ کا جذبہ وطن
پرستی جس سے متاثر ہو کر اسکے عاشق صادق نے جنگ میں کارہائے نمایاں کئے
تاریخ کی تاریخ۔ قصہ کا قصہ۔ قیمت۔ ایک روپیہ

بے

نشی موہن لال صاحب فہم مصنف عزم مانہ سلطان

سیلاب خون۔ محاصرہ قسطنطنیہ نے

حسب فرمائش منجر صدیق بکچو۔ امین آباد۔ لکھنؤ۔ لکھا

قیمت
ایک روپیہ

منجر صدیق بکچو۔ امین آباد لکھنؤ نے شائع کیا

بادا دل
۱۲۹۵

عرض محبت

یعنی انجی کیٹ آف کوٹ شب کا ترجمہ ہے ترجمہ میں جناب سید ذی النورین صاحب
ادبیت کوٹ کوٹ کر بھری ہے۔ ادب کے شائق اگر صرف ادب کے ذوق میں نہ گھسین

بجائے ہوگا۔ اس کتاب میں سب سے بڑی مقبول قوم کی شادی کا طریقہ دکھایا ہے۔ حسین شوہر سیدی اور
پسندی کے متعلق مفید ہدایات دی گئی ہیں۔ یہ قواعد و ضوابط شادی کے متعلق اس کتاب میں درج ہیں اگر
نہا اور نہ ہیا ہندوستانیوں کے مذاق کے موافق نہیں تاہم شاہراہ مقصود کی جانب اشارہ ضرور کرتے ہیں
اگر ہندوستانی فرد ان غذاؤں سے اجتناب کرے گا کہ پر عمل پیرا ہوگا اس کتاب پر نظر ڈالیں تو نقصان میں نہ رہیں گے
اور شادی کے بعد جو کشمکش اکثر پیدا ہوجاتی ہے اس سے نجات پائیں گے کا غافل نہیں قیمت صرف ۴

ملکات بنگال

مرشد آباد بنگال کی گیارہ کتابوں کا قابل دیدن گرہ۔ جسے سید ذی النورین صاحب
چند مستند تاریخوں سے استفادہ کر کے مرتب کیا ہے۔ اس کے دیکھنے سے اسلامی تمدن

کے عروج و زوال پر کافی روشنی پڑتی ہے۔ دور حکومت کی شاندار تصویریں اور زمانہ حکومت کے
عبرت انگیز مرتبہ ایک جگہ جمع نظر آتے ہیں۔ کتاب پڑھنے کے قابل ہے قیمت ۶

انسانی قربانیاں

چند اصلاحی معاشرتی مضامین کا قابل قدر مجموعہ ہے ترکیبی خیالات ہیں
اور فاسمیسی طریق بیان۔ ایک شامی فاضل کی مشہور ترین کتاب کا قابل

قدردار ترجمہ ہے۔ اس مجموعہ کا ہر فسانہ سوز و گناہ کا ترجمہ ہے الفاظ تیر و نشتر کا اثر رکھتے ہیں خیالات کی
بلند پروازی اس پر ادبیت مستزاد و نثر علی ذہن

بیوی کے فرائض

اس کتاب میں وہ ہدایات دی ہیں کہ جن کو پڑھکر عورت گھر گھر خوش
رکھتی ہے۔ اور عورت کی روش سے گھر جیت کا مذہب سن سکتا ہے۔

خانہ داری کے ہر شعبہ کے متعلق مفید باتیں بتائی گئی ہیں اور ان باتوں سے دور رکھنے کی ترغیب بھی گئی
ہے جن سے گھر میں اکثر چٹک ہو جاتی ہے اور رفتہ رفتہ فساد پیدا ہو جاتا ہے بہر حال کتاب قابل دیدن قیمت ۴

انگریزی محاورات کی

انگریزی محاورات کا مطلب آسان انگریزی اور اردو میں لکھا گیا ہے
زبان ایسی آسان استعمال کی گئی ہے کہ چھوٹے بچوں کے طلب

دشتری حصہ اول

سمجھ سکے۔ حروف تہجی کی ترتیب سے یہ کتاب میں جو محاورے آئے اس کتاب
میں زوال مل سکتا ہے اور طلب بلا استاد کے مل ہو سکتا ہے مجموعہ کا ترجمہ چھپا ہے قیمت ۵

ملنے کا پتہ ہے۔ فیچر صدیق مکتبہ پو۔ امین آباد۔ لکھنؤ

مُحاصرۂ پیرل

پہلا باب

قید خانہ

دریاے ماری کے وسیع ساحل پر ایک خوبصورت عمارت نظر آ رہی تھی جسکو چاروں طرف سے پتھری دیواروں نے محاصرہ کر لیا ہے۔ گویا کسی زبردست دشمن نے اپنے کمزور دشمن کو محصور کر کے دلدل میں عمارت کا صدر روانہ فرامیسی قلعہ سے ملا ہوا ہے۔ اسی طرف دریاے ماری تھوین لیتا ہوا شمال سے جنوب کو بہ رہا ہے جنوب میں دور تک نظر کو بھٹکا کر آٹھانے کے لیے وسیع میدان پڑا ہے اور اس کے مغربی سمت پر ایک دلکش باغ ہے جسکو اہل فرانس کے مذاق کا ایک اچھا نمونہ کہنا چاہیے۔ قلعہ کے سپاہیوں کی آمد و رفت سے عمارت کے اس حصے میں بہانہ دوچار شخص قیدیوں کی طرح زندگی کے دن کاٹ رہے ہیں۔ اکثر ہیل ہیل رہا کرتی ہے۔ جرمینوں کی فوج کشی کی خبریں بہت زور و شور کے ساتھ گوشہ زد ہو رہی ہیں۔

دیواروں کے ساتھ ساتھ دو فٹ عمیق خندق ہے۔ خندق سے ملی ہوئی ایک نہر جاری ہے جسکا صاف ستھرا پانی اونچے اونچے صحرائی و روضوں کے مشتعل کنجوں میں گشت کرتا خندق کی دیواروں میں سے ٹکر کھاتا قلعے کے چاروں سمتوں میں چکر لگانے کے بعد اس خوبی سے پہنچے کہ آگے دیکھنے والا اس کے بہاؤ کو دیکھ کر پھرون بہان کی دلچسپیوں میں الجھا رہتا ہے۔ عمارت کا پچھلا حصہ ٹاؤن ہال برن فورڈ کے گریچ سے ملا ہوا ہے۔ جرمنوں نے حدود فرانس میں داخل ہوتے ہی ظالمانہ حرکات آغاز کر دی تھیں حدود فرانس کے باشندے اسی طرح ادھر ادھر بھاگنے لگے تھے جس طرح کسی گھبراہٹ ہوئے تیر انداز کی جنگی سے جلدی میں بے ٹھکانے تیز نکل جاتا ہے۔ بستیان ویران ہو رہی تھیں اور آبادی کوہ آتش نشا بن کر دل عاشق کی طرح پھٹنے لگیں تھیں۔ سنگی اور خوشنما عمارتیں آثارِ سلف کی طرح بننے لگیں اور ان پر تیشہاے ظلم کے برے اور کھدکے سے بے پیمہ وہی آوازیں آنے لگیں جو ڈھکی ہوئی عمارتوں - اُجرے تھے مکانات اور خرابات کے رہنے والے قوم کے متحوس منہ سے ایک دھشت کی آواز میں ہو کا عالم پیدا کرتی ہوئی نکلتی ہیں۔

اب فتح محمد جرمین اس قلعے کے محاصرہ کے لیے جوق جوق فوجیں بھیج رہا ہیں اور فرانس اور انگریزی فوج کے دستے قلعہ کے اندر جاں ناکاہ نقصان نصیبوں میں اسی طرح مبتلا ہیں۔ جس طرح کہ ان کے دل اس ہزیمت کی کوفت میں ان کے پہلو کے اندر قیدی بنے ہوئے بیٹھے ٹھہرا رہے ہیں۔

اس عمارت کے اندر ایک قید خانہ بھی بنا رکھا گیا ہے۔ اور اس میں وہی قیدی رکھے جاتے ہیں جن پر فرانسیسیوں اور انگریزوں کے مافی فرنگ کی گڑی نظر رہتی ہے۔ اس وقت تو یہ قید خانہ مہاراجہ بیکانیر کی زیر نگرانی ہے۔ روزانہ قیدیوں کی دیکھ بھال ہوتی رہتی ہے۔ یہیں سے ہمارے قلعے کا آغاز ہوتا ہے۔ اس قید خانے کی دیوار سے

جیکے ہوے دو شخصوں میں کچھ باتیں ہو رہی ہیں۔ ادنیٰ آواز ہوا میں
گوںجی ہوئی قید خانے کے اُس طرف بخوبی پہنچ رہی ہے جدھر ایک قیدی
وحشت کے عالم میں کھڑا ہوا ہے سے کان لگا کے کچھ سن رہا ہے۔
ایک۔ راما! ہم لوگ تو اسی فکر میں گھلے جاتے ہیں دیکھیں خدا کیا
کرتا ہے۔

راما۔ بھائی فرید! ہم نے سنا ہے کہ جرمنی فوج دروڑن کے علاقے کو
صاف کوئی ہوئی پیرس کی طرف غلام ہونے والی ہے۔ انکا ارادہ سالہا
سال سے اس شہر کو غارت کر دینے کا ہے اور اب وہ اپنی تیاریوں سے
اس شہر پر حملہ کرنے والے ہیں۔

فرید۔ ہاں برابر۔ جرمنوں کا خط جنگ پیرس سے کوئی ۱۰ میل دور تک
پہنچ گیا ہے۔

راما۔ تم نے کس سے سنا کہ جرمن پیرس ۱۰ میل دور پہنچ گیا ہے
فرید۔ ابھی ابھی رابرٹ ہنرڈز انگریزی کرنل کی زبانی سنا ہے کہ جرمنوں
نے دروڑن اور لیلی میں قرب و جوار کے موضوعوں پر دخل کر لیا ہے۔

وہ لوزوان قیدی یہ سنکر کہ دروڑن اور لیلی کے قرب و جوار میں جرمن
قابلین ہو گئے زور سے چیخ اٹھا۔ اور یہ جھلے اُس کے منہ سے سُنا لی
دیے۔

ہمارے ملک کے اکثر مقامات پر جرمنوں کا تصرف۔ کیا لوزوان
ہندوستان اور انگلستان کے ہوتے جرمن بالشت بھر زمین
مالک ہو سکتے ہیں کیا ہم انگریزوں اور فرانسیسیوں کا ساتھ نہ دیں گے
جسکی کمک پر اتنا لبا چوڑا سفر اختیار کر کے ہندوستان سے آئے ہیں
انگلستان جس سے ہم محبت کرتے ہیں اور جو ہمارا تاج ہے کیا ہمیشہ
کے لیے ہمارے ہاتھ سے جاتا رہے گا۔ آزادی رخصت ہو جائے گی
اور ہم زنجیروں میں جکڑے ہوئے نظر آئیں گے۔ بڑی شرمناک بات
ہے۔ ہم کو اپنا فرض ادا کرنا چاہیے۔ خدا نخواستہ ہم پامال کر دیے گئے

اور جرموں نے ہماری لائن کو توڑ دیا۔ اور پیرس داخل ہو گئے تو پھر اسکا
نتیجہ کیا ہوگا اور اسکا ذمہ دار کون ہوگا۔ ہا اسوقت ہزاروں بلکہ لاکھوں
نوجوان خندقوں میں رہ رہے ہیں۔ معیبت اٹھا رہے ہیں اور رہے ہیں۔
کس بے اپنے ملک کی عزت کے لیے۔ کیا ہم ہندی نژاد نہیں ہیں۔ کیا
ہماری جیوٹ اور دلیری شریف لے گئی۔ کیا ہم فرانسیسی اور انگریزی
فرج میں اپنا نام اوجھانا نہیں چاہتے۔ کیا ہم سگار سلگا سنے آئے ہیں
کیا بر سڑاب کا لطف اٹھانے کے لیے ہیں۔ یہاں بھیجا گیا ہے۔ کیا
ہم میں اپنی قوم کا احساس نہیں۔ میں کوننگا یہ نعل بزدلانہ ہے۔ ہم میں
ہندی خون ہے ہندی جوش ہے۔ ان غیر کفوں میں اپنا نام اوجھالیں گے
اور وہ دلیری کے جوہر دکھائیں گے کہ ہمارا نام یورپ کی تاریخ میں سنہری
حرفوں میں چمکتا نظر آئے گا۔ ہم سرت ورفا مندی کے ساتھ بادشاہ۔ ملک
اور خدا کا فرض بجالائیں گے۔

اُف یہ بزدل ہندوستانی انگریزوں اور فرانسیسیوں کا دشمن کسی بدھ
سنارہا ہے اسے گولی مار دو ایسی زشت خبروں کے دینے والوں کا
دنیا میں جتنا مناسب نہیں۔

یہ تقریر اس لب و لہجہ سے کی گئی کہ راما کانب اوٹھا اور فریدے
اوسان جاتے رہے اُنھوں نے سوچا کہ ہماری گفتگو شاید انگریزی
فرج کا کوئی افسر ہندوستانی باشندہ سن رہا تھا۔ اور اب ہماری جہیل غرض
تسخ ابل کی نذر ہو جائیگی۔

یہ دونوں شخص اپنی اپنی ناک میں غلطان بیجان تھے کہ اندر سے ہتھکڑیوں کے
توڑنے کی آواز بریلوں کے ایک طرف پھینکی جانے کی جھنجھار کان میں آئی
یہ دونوں یہ سوچ کر کہ کوئی نئی آفت سر پہ آچکا ہے وہ پالون آگے
بڑھے اور اچھی کوئی بیس بچیں ہی اُتدم آگے ہو گئے کہ دھاکے کی
صدائے ان کے حواس غائب کر دیے۔ پاٹ کر دیکھا ایک نوخیز گرو
جیل کی دیوار پچاند کر سرخ سرخ دیہے نکالے اپنی طرف بڑھ رہا ہے۔

راہا۔ (گھبرا کر) یہ کیا غضب ہے۔ کیا ہمارا تعاقب کر رہا ہے۔

فرید۔ خدا اس بلا سے بچائے۔

ابھی فرید کے لبوں سے یہ جملہ صاف نکلنے بھی نہ پایا تھا کہ قیدی نے ڈانٹ کر کہا۔

”بس کھڑے رہو۔ خبردار آگے قدم نہ بڑھو۔“

راہا اور فرید کے ہاتھ پاؤں میں رشتہ آگیا۔ دل سینے کے اندر ہاتھوں اچھلنے لگا۔ اور وہ حالت ہو گئی جس طرح ایک مجنوں انحراس و مجنون شخص کی ہونا چاہیے۔

قیدی۔ (جھپٹ کر) یہ تم نے کس سے سنا کہ جرمنوں کا قبضہ حدود فرانس پر ہوتا جاتا ہے۔

فرید۔ (کانپ کر) ہم نے کسی خاص شخص سے تو سنا نہیں مگر یہ لابدی امر ہے کہ جرمن پیرس پر ضرور حملہ آور ہونگے۔ اور نکاح جنگ فرانس کے حدود تک پہنچ گیا۔ اور غریب ہی کیلئے پر بھی گولہ باری شروع ہونے والی ہے۔

قیدی۔ (تعجب سے) یہ کیا کہا۔ کیا حدود فرانس تک آگئے۔

راہا۔ جی۔ پہنچ ہی نہیں گئے۔ بلکہ بعض موانعات پر قبضہ بھی ہو گیا۔ جرمن دستے تیزی کے ساتھ آگے بڑھتے چلے آتے ہیں۔

راہا اور فرید کی باتوں سے قیدی از خود زخمی ہو گیا۔ جھپٹ کر ایک وزنی پتھر اٹھا لیا اور ہاتھ کو حرکت دیکر اس زور سے فرید کے سر پر پھینچ مارا کہ وہ تیور کر زمین پر گر پڑا۔ اودھر راہا نے چاہا اپنے ساتھی کو سنبھالے قیدی نے دوسرے پتھر سے اسے بھی زخمی کیا۔ یہ پتھر کی ضرب کچھ اس طرح کاری لگی کہ راہا کا سر جھٹ گیا اور وہ بھی خون میں لت پت۔ فرید کی طرح لمبا لمبا لیٹ گیا۔

ہمارا بہادر قیدی جیل کی حد سے باہر نکل اس پگڈنڈی پر ہو لیا جو شاہراہ پر پہنچ کر ختم ہو گئی ہے۔ یہ عجلت کے ساتھ قدم اٹھاتا ہوا اپنی دھن میں جا رہا ہے۔

کو جہانگ ہو سکے مہاراج بیکانیر کے کیپ مین یو پی جرمون کے فعل کی
تھاہ نے کہ کن کن مقامات پر یو پی لائی لائن کا خط ڈال دیا ہے کون کون شہر
اور دیہات قبضے میں آگئے ہیں۔

اس وطن پرست قیدی کو نہ کھانے کی ضررے اور نہ پینے کا خیال۔ اس کا قدم
جب بڑتا ہے آگے ہی پڑتا ہے۔ افسوس! اس کا ہاتھ خالی ہے اگر ایک
تلوار یا چھوٹی سی سر وہی بھی پاس ہوتی تو یہ اُن لوگوں کو بغیر زخمی کیے نہ
جہانے دیتا جو پگڈنڈی پر ملکر کچھ دیر کے لیے سہرا ہو جاتے ہیں۔ شجاعت
وہمیت کا تیزخون اس کی رگوں میں جوش کھاکھا کر اس امر پر ادب چار رہا ہے
کہ وہ جرمون کے دحشیانہ مظالم اور جور کا ابھی طع بدلے۔

یہ اپنی رو میں جلا جاتا تھا اسے مین ایک شتر سوار سانڈنی دوڑائے
اسی پگڈنڈی پر آتا ہوا دکھائی دیا۔ قیدی جیران ہو کر فکر میں پڑ گیا۔

یہ سوار کون ہے اور کیوں مہاراج بیکانیر کے کیپ کی طرف رخ کیے
چلا آ رہا ہے۔ جب تمام ملک میں خبر پھیلی ہوئی ہے کہ فرانس کی سرحدوں
پر جرمین اقتدار قائم ہو چکا ہو اور غنقریب پیرس پر حملہ ہوئے والا ہے
کیا اس کی بہت ہمتی ہے اسے خط جنگ پر غرور ہے نہ دیکھا جرمون کے
مظالم دیکھ کر اسے رخ پوچھا۔ اور اپنی جان لے کر واپس آیا۔ کیوں خدوین
کے نام پر دھبہ لگاتا ہے۔ خبر میں آج اس شخص کو کبھی زندہ نہ چھوڑوں گا۔
کاش ثروت ملیا یہ قوم کش ملک کا دشمن ہے ضرور جرمون کو چار کی اور وہی
ضرور تیا ہے۔ وہ شخص اول درجے کا کم مت ہے جو مخالف کی فوج کو اپنے
ملک کی زمین پر پوچھا ہوا دیکھ یا سن کے کتر اگر کسی اور طرف نکل جائے گا
ارادہ کرتا ہو۔

قیدی۔ دلی الجھاد میں پھنسا ہوا سانڈنی کی طرف بڑھ رہا ہے اس
اشنا میں سوار بھی فریب آ گیا۔ قیدی نے اچھل کر سانڈنی کی مہار تھا ملی۔
اور کہا۔

تو بزدلوں کی طرح واپس کیوں آ رہا ہے۔ کیا تو نہیں جانتا کہ ملک و قوم کو

تباہ کر کے خدائے اور ایمان کو غلط راستے پر لگانے والے دشمن فرانس کی سرزمین پر چڑھ آئے رہیں۔ بلجیم کی تازک حالت دیکھنے سے بھی تمھارے خون نے تاؤ نہیں کھایا اور بہت جلد اس ملک کو غارت کیا جاتے ہیں۔ شہر سوار۔ بیشک آپ کا تخیل بجا ہے۔ لیکن میں تو ایک خاص ضرورت سے ملکی بھیجا گیا تھا اس وقت وہیں سے واپس آ رہا ہوں۔

قیدی۔ واپس آئے کی ضرورت ہی کیا تھی۔ وہیں جاؤ اور میدان حرب میں بتو بکروہ مردمی دکھاؤ کہ دشمنوں کے دانت کھٹے ہو جائیں۔

سوار۔ (سرطی سودائی سمجھ کر) جناب الملک وقوم کو بچانے کے لیے خاص آدمیوں کی ضرورت ہے نہ کہ عام کی۔

قیدی۔ نہیں جو جس سے ہو سکے کر دکھائے۔ ملک وقوم کی حفاظت پر خاص آدمیوں کی ضرورت نہیں رہا کرتی۔ بلکہ کل قوم کی توجہ درکار ہوتی ہے۔

سوار۔ خیر۔ یہ بات تو اور بھی عمدہ ہے۔ لیکن میں... قیدی۔ (قطع کلام کر کے) لیکن کیا جناب الٹ جائیے اور دشمنوں کو ملک باہر کر دیجیے۔

سوار۔ میں کس طرح جاسکتا ہوں۔ میرے سر پر ایک ایسا کام ڈال دیا گیا ہے جس کے سامنے وطن پرستی قوم پرستی کوئی مالی نہیں۔ قیدی۔ کیا کوئی ایسا کام بھی ہے جسکی ضرورت ملک وقوم کی حفاظت سے زیادہ وقعت رکھتی ہے۔

سوار۔ بیشک وہ ایسا ہی کام ہے۔ قیدی۔ (طیش کھا کے) بس۔ خاموش۔ معلوم ہوا تو ملک وقوم کا دشمن ہے۔

قیدی نے غصے کے تاؤ میں ایک ایسا دمکا دیا کہ سوار قلا کھاتا نیچے آ رہا۔ ایک پتھر علی سل کی نوک سر میں پیوست ہو گئی۔ خون کا لڑتا بہ نکلا اور وہ ایک چیخ مار کر بیہوش ہو گیا۔ قیدی ساندٹی پر سوار ہو گیا

اور تیزی سے آگے کا راستہ لیا۔

ناظرین مہاراجہ بیکانیر کے قید خانے کا قیدی تین غن کر کے اپنے ملک وقوم کا نام اوجھال دینے کا بیڑہ اٹھائے اُس عام راستے پر پہنچ گیا جس کا نصف حصہ طے کرنے کے بعد وہ پیرس کی عام گزرگاہوں میں پہنچ سکتا ہے۔

باب دومرا

مہاراج بیکانیر کا کمپ

کچھ عرصے کے بعد داروغہ جیل کو معلوم ہو گیا کہ ایک قیدی فرار ہو گیا ہے فوراً اسی اڈھ سوار دوڑائے گئے اور جیل کے کپوٹڈ کی بھی اچھی طرح دیکھ بھال کی گئی۔ لیکن ہمارے بہادر قیدی کا قیدین سرانغ نہ لگا۔ جیل کے سپاہیوں پر مہاراجہ بیکانیر کا خون طاری تھا کیونکہ اس بہادر اور سرفروش مہاراجہ نے محض تین قیدیوں کے لیے خاص جگہ دے رکھا تھا۔ ان میں ایک یہ بھی قید تھا کہ پورے نگرانی رتبی پر جس کے داروغہ پر اس قیدی کے ضرور ہونا سے غرضی سوار تھے وہ اس فکر میں تھا اب کیا کر دین کیونکہ اس تنگ دھارے سے چھوٹوں۔ ضرورتاً وہ ویر باد ہو جاؤ گا۔ میری عدم توجہی پر کون پردہ ڈالے گا مہاراج بیکانیر سارا الزام میرے سر تھوپ دین کے سکہ دیدہ و دانستہ اس بد معاش چھوکرے کو جیل سے غائب کر دیا افسوس اب قضا کے زبردست ہاتھوں سے ممکن نہیں میری جان بچ سکے۔

داروغہ فکر دین غلطان پہچان تھا کہ تمام کپوٹڈ مین فیر پھیل گئی کہ سرٹ ایک ایٹنگلو انڈین قید خانے سے فرور ہو گئے۔

اسوقت مہاراجہ بیکانیر کے کمپ مین مغرز طبقہ کے لوگ بیٹھے ہوئے باتیں اڑا رہے ہیں۔ جرنیل میجر۔ غیر کمیشن دار افسر کیجا نظر آ رہے تھے معلوم ہوتا تھا ان میں قومی احساس ہے۔ عزت و حریت پر مرنے کے لیے طیار ہیں۔ جتنے ہیں دنیا کی آزادی کے حصول پر جان نثار کرنے کو آمادہ ہیں۔

اتنے میں کسی ستری نے اسے خبر دی۔ سر ایلک جیل سے بھاگ گیا۔ اس وحشت افزا خبر نے غیر معمولی تغیر پیدا کر دیا۔ لوگ ایک دوسرے کا ہتھ تکتے لگے۔ جسے دیکھتے چہرہ زرد اور اندر دہ نظر آ رہا ہے جس پر نگاہ پڑتی ہے گھبراہوا۔ اسی وقت داروغہ جیل طلب کیا گیا۔ باز پرس ہونے لگی۔ کوئی کہتا ہے۔ قیدی بھاگ کیونکر۔ کوئی بولا آخر کیا کب۔ کوئی پوچھتا ہے۔ اتنی بڑی غفلت کیوں کی۔ تھاری لا پرواہی سے اتنا بڑا قیدی نکل بھاگا۔

ہمارا راجہ صاحب بیکانیر۔ (داروغہ سے) ہم نے ایلک میک نیل کے حق میں کیا حکم دیا تھا۔ ہم جانتے ہیں اس معاملے میں کسی غدار کا ہاتھ ہے۔ داروغہ۔ (درست بستہ ہو کے ادب کے ساتھ) جتنا بھائی! یہاں کہ ابھر ہر وقت نظر رکھی جائے۔ لیکن غداری کا شبہ حضور کو کس پر ہے۔ ہمارا راجہ۔ تم نے ہمارے حکم کو بالکل تاریکی میں رکھا۔ اس جنگجو بہادر کو مارا نکل جائے نہ دیا۔

داروغہ۔ خداوند نعمت۔ خانہ زاد ابھی ابھی چند منٹ کے لیے باہر گیا ہے۔ عرصے میں چالاک قیدی نکل بھاگا۔

ہمارا راجہ۔ اور ابھی تک اس کا سراغ نہیں لگایا۔

داروغہ۔ پیروم شد اطراف میں ستری تلگے دوڑا دیے ہیں مگر ناکام۔ ابس آرہے ہیں۔

ہمارا راجہ۔ افسوس! تو اس سازش میں شریک تھا۔ ایلک میک نیل کی کم زندگی میں تجھ کو یوں کی بوجھا رکی جائے گی۔

داروغہ۔ حضور مالک ہیں۔ لیکن خدا جانتا ہے اس معاملہ میں خانہ زاد بالکل بے قصور ہے۔

ہمارا راجہ۔ زیادہ باتیں نہ بنا تجھ ایسے نکلواں انسان کی میرے کہیں بن گنجائش نہیں ہے۔

داروغہ۔ سرپرست کا خیال بہت بجا ہے۔ واقعی کمترین کی غفلت اور بی پرواہی لا پرواہی سے یہ حیرت انگیز وقوعہ پیش آ گیا۔

مہاراجہ۔ تو اپنے ساتھ دوسروں کو بھی مٹتا ہے۔

داروغہ۔ ہمیں یہ دہر شد! میں کسی کو مجرم بنانا نہیں چاہتا۔ ہر وقت تو غلام ہی تصور دار ہے۔

مہاراجہ۔ (مقرض مخن ہو کر) ضرور تصور دار ہے اور میری سراموت ہے۔
داروغہ۔ عالی جاہ! رحم۔ رحم۔

مہاراجہ۔ (گھڑک کر) ادا۔ تو نہیں جانتا کہ ایک ایک فیل کیوں نظر بند کیا گیا۔

داروغہ۔ (خوشامدانہ لہجہ سے) جناب عالی! قیدی سے کوئی سازش نہ تھی نا بعد ازاں بالکل بے فضا ہے۔

مہاراجہ۔ یہ کیونکر ثابت ہو سکتا ہے کہ تو نے قیدی کی مدد نہیں کی۔ تو بالکل بے جرم ہے۔ تجھے چاہیے مرنے کے لیے تیار ہو جا۔

داروغہ۔ (کانپ کر) رحم رحم۔ بس تم کا خوشگوار ہون۔ میری زندگی بن یہ پہلا موقع ہے جسکی چھوٹا شاخہ نہ تھی۔

ادھر داروغہ گڑگڑا رہا ہو اور اپنی بے جرمی ثابت کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ ادھر مہاراجہ صاحب کے غصے کی آگ بھڑکتی جاتی ہی۔ نظر بار بار

داروغہ کے غلین چہرے پر ٹھوکر کھاتی ہے۔ پیش کے ابرو پر بل پڑے ہاتھ میں خون آنکھوں سے ٹپکا پڑتا ہے۔ قرآن کو نظر سے داروغہ

طرف دیکھتے ہیں اور رہ جاتے ہیں اور پھر اپنے دل سے کہتے ہیں بخت کیسی باتیں بناتا ہے۔ بھلا کیا تھی کا کوئی اعتبار کرے۔ یہ داروغہ

استین کا سانپ نکلا۔ خدا جانے ایک ایک فیل کون شخص ہے اور میں نے ایک انگریزی افسر کو مہاراجہ صاحب نے نظر بند کیا تھا جس کے

ہاتھ نکلنے پر مہاراجہ صاحب سادگیر اور ثابت قدم شخص کے چہرے پر دایمان چھوٹنے لگیں۔

کچھ دیر سکوت کا عالم طاری رہا اور پھر کیا جائے کس خیال سے حکم دیدیا باز داروغہ کو جلاد کے حوالے کر دو۔ اب اسکا کوئی عذر قابل سماعت

نہیں ہے۔

ہلا ہمارا جہ صاحب کا حکم اور سستی۔ اُن۔ اُسی وقت ایک جلا داکھون
برسیا دی جڑھاے۔ ہاتھ میں بی سیف لیے حاضر ہو گیا۔ اس وقت کس کی
جبال بھی۔ کہ بیچاے داروغہ کی بے قصوری ثابت کرتا یا سفارش سے رحم کی درخواست
کرتا اور اُسے بچا لیتا۔

ہز ہائینس کے حکم سے کسی نے دم نہ مارا سب دم بخود۔ نقش دیوار بن گئے
اور دھڑلا دے ہاتھ پکڑنے ہی قتل کا راستہ لیا۔ اور قلعہ کے دائرے بھر میں
خبر مشہور ہو گئی کہ ایک ہندوستانی داروغہ کسی قیدی کے بھگا دینے کے جرم
میں قتل کیا گیا گاؤں اور سے نکلام کتا تھا اور بعض ایسے بھی تھے جو غور و خوض
کے بعد یہ نتیجہ نکال رہے تھے۔ اِقتنی قیدی اپنی کسی چالاکی سے بھاگ نکلا۔
بیچارہ داروغہ کو مفت صلوایت سننا پڑی۔ بے قصور دار پر کھینچ دیا جائے گا
مگر ایسے اشخاص کم تھے۔

ادھر ہمارا جہ صاحب کا تکرر غبار طربا ہوا باد ہاے مخالف کے چلنے سے
بڑھتا ہی جاتا تھا۔ داروغہ جیل کو قتل کا حکم دے کر بھی دال میں کی نہوی طیش
میں بھرے ہوئے خلوت گاہ کے کمرے میں آئے۔ آرام کرسی پر لیٹا رہے
اور سمنہ خیال ایک سیک کی تلاش میں خاک چھانتا ہوا۔ خدا جانے کہاں
کہاں ہو بیچ گیا۔ حیرت کا نقشہ جم گیا تھا آنکھیں بند کر لیں اور خدا جانے
اس عالم تحریر میں کیا کیا نظر آنے لگا۔ کیا کیا ہولناک اندیشے پیدا ہو گئے
تھوڑی دیر تک اسی حالت میں مبتلا رہے کہ کسی نے آکر کہا۔

ہمارا جہ اجڑل بلوٹ حضور میں کچھ عرض کیا جاتے ہیں۔
ہمارا جہ کی آنکھوں میں خدا جانے کہاں کا غصہ بھرا تھا جواب دیا۔
”کہو اس وقت طبیعت درست نہیں ہے۔ پھر کیا جائے کس خیال نے
مجبور کر دیا۔ زبان سے نکلا۔ جائیں نہیں ابھی آتا ہوں۔
جڑل بلوٹ نقش حیرت کے تیلے بنے ہوئے موج رہے تھے۔ آج تو
عجب رنگ دکھائی پڑتا ہے۔ عجیب طرح کے حکم نافذ ہو رہے ہیں۔ خدا

اپنا فضل کرے شاید اون کے مزاج کو کسی متوہم کر دیا۔

ادھر جنرل بلونٹ اسی قسم کی گھنوں میں پھنسے ہوئے سمند خیال کی دوڑ لگا رہے تھے ادھر ہمارا راجہ صاحب غلو تھانے سے نکل کے باہر آئے اور معمولی تپاک سے ملکر جنرل موصوف سے فرمایا۔

ہمارا راجہ۔ کہئے۔ اس پوچھت تکیف اٹھانے کے اسباب کیا ہیں جنرل۔ ہمارا راجہ صاحب! میں صرف اس واسطے آیا ہوں کہ..... ہمارا راجہ۔ (قطع کلام کرتے ہوئے) معلوم ہو اسفارش کرنا چاہتے ہو مگر ایسے دین فروش کی سفارش سننا نہیں چاہتا۔

جنرل۔ (بڑی اوتار کر) جی ہاں۔ کچھ اسی قسم کا معاملہ ہے آپ خود ہی عاقل و فہم نہیں سمجھ گئے۔

ہمارا راجہ۔ ہمارے جنرل! میں ایسے ناپاک خیال اور نیکو ام شخص کو زندہ رکھنا نہیں چاہتا جو خود عرض اور اپنی ڈیوٹی پر غفلت کرتا ہو انتظار آئے مجھ ہی خواہ ملک اور پچھے فرمانبردار بھادرون کی ضرورت ہو۔

جنرل۔ والا نعمت! میں دیکھتا ہوں یہ یقینوں باتیں آپ کے حیل میں ہوتی ہیں اور یونہی انسان سے غلطی ہو ہی جاتی ہے۔

ہمارا راجہ۔ نہیں۔ غلطی نہیں بلکہ دیدہ و دانستہ برہمائی کی گئی اور کل ایک ایک فیل کو اس کے ارادے پر مجبور کر دیا۔

جنرل۔ نہیں جناب! جہان تک میرا تجربہ ہے وہ بہت ہی دیا انداز

انسان ہے اس معاملہ میں اس غریب کی ذرا بھی چالاکی نہیں۔ کل

ایک ایک فیل اپنی مرضی کے جوش میں دیوار بچانکھٹ دیے۔ اور

اسی پر کفایت نہیں کی بلکہ دو تین شخصوں کو مسخرہ بھی کر دیا۔ اور

شاید ان کی زیادتی حضور کے کانوں تک عنقریب پہونچا چاہتی ہے۔

ہمارا راجہ۔ کیا کہا۔ کیا اس نے دو تین خون بھی کر ڈالے۔

جنرل۔ جناب عالی! تین خون کیے۔

ہمارا راجہ۔ صاف صاف کہو۔ کن کن بیچاروں کی اس کے میرے ہاتھوں

جائیں ہلاک کی کیفیت۔
جنرل۔ جن پر ہاتھ صاف کیا گیا ہے وہ خود ہی آکے کہیں گے اور آپ کا انتہائی
نفع ہو جائے گا۔

ہمارا راجہ۔ بیشک اگر اس سے داروغہ کو کیا نفع ہو بیچ سکتا ہے۔
جنرل۔ انھیں لوگوں کے سائنات اور سکی جائیزی کا باعث ہو سکیں گے۔
واقعی یہ رات داروغہ کی زندگی میں حیرت انگیز رات تھی اور اوس میں عجیب
وغریب واقعات پیش آگیا ہے جو اس کی حالت میں بہت بڑا انقلاب پیدا
کرنے والا ہے۔

ہمارا راجہ۔ جنرل صاحب! آپ بھی اپنے کلام پر قادر رہیے گا۔
جنرل۔ عرض تو کر دیا۔ ذرا بھی جھوٹ کا لگاؤ نہیں۔
ہمارا راجہ۔ اچھا ان آدمیوں کو بلاؤ جنکی زبان سے کرنل ایک سیل کا حال سنا
چاہتے ہو۔

جنرل۔ پہلے جناب داروغہ کی رہائی کا حکم نافذ کر دیں اگر تاخیر ہوئی تو ممکن.....
ہمارا راجہ۔ (کچھ غوطے میں جا کر) اچھا یہ لو میری انگوٹھی۔ چوہدار کو فی الفور
داروغہ کو واپس لے آئے۔

حکم کی دیر بھی چوہدار روانہ کیا گیا اور نصف گھنٹہ کے اندر ہی اندر وہ دروازہ
کو لے ہوئے واپس آیا۔ جنرل بلوٹ نے راما اور فرید کو بھی طلب کر لیا۔
علوم تھا جس طرح قیدی دیوار چاند کرکیل سے نکل بھاگا ہے۔ اور راما اور
فرید کو صبر کی غمی کیا ہے۔

فرید نے آتے ہی قد موسیٰ کے لیے سر جھکا دیا اور راکھی داتا موسیٰ عرض کرنا
شروع کر دی۔

ہمارا راجہ کے چہرے پر کچھ مسرخی نمودار ہونے لگی۔
اب داروغہ کی بیٹنا ہی میں کوئی بات باقی نہ رہی اس لیے پہلا حکم
یہ تھا۔

جس طرح ہو کرنل ایک کو تلاش کر کے حاضر کرو ورنہ فرید اور راما کی طرح تھ

بھی خیر نہوگی۔ کاش غنیمت نہ کی جاتی تو ہرگز قیدی کو اس بیباکی سے بھاگ نکلنے کا راستہ نہ ملتا۔

واردہ نے پہلی سزا سے یہ سزا غنیمت سمجھی اور فوراً ہی ایبیرہ کے قلعہ سے نکل کر ویرس کی پہاڑی ڈھرتے پر ہو لیا جہاں ایک دفعہ نہایت فونناک معرکہ لڑی ہو چکی ہے یہ معرکہ دنیا کی جنگی تاریخ میں خاص اہمیت رکھتا ہے ہمیں سیدھا راستہ کیلئے کی طرف نکل گیا ہے۔

باب تیسرا

جزل بلونت کا محاصرہ

ایک ایک فیل نے بارہ کوس کی مسافت کو جو ایبیرہ کو ویرس سے جدا کر رہی تھی بہت جلد طر کر لیا۔ کئی منٹ تک اُس خط جنگ پر چکر لگاتے رہے۔ دیکھا یہ مقام جہنم سے کم نہیں۔ بلکہ جہنم بھی جنگ ایبیرہ کی طرح فونناک نہیں ہو سکتا۔ ہزاروں لاکھوں جاہلن یکبارگی فنا ہو گئی ہونگی۔ اوسے دور سے دیکھا جرمون کی تعداد لاکھوں پر مشتمل ہے۔ سب کے لباس یکساں تھے افسروں اور ماتحتوں کی پوزیشن میں کوئی فرق نہیں یہ سب میدان جنگ جا رہے تھے جو اس جنگ عظیم سے بہت بڑی دیکھی لینے والے تھے اور جو دنیا کو تہ و بالا کر ڈالنے دہلی ہو اب ایک ایک فیل کو یقین آ گیا کہ وہ جنگ کے حلقہ اثر میں آ گیا ہے اسے دیکھا کہ میلون تک بار برداری کی موٹرین جیپ صلیب احمر کے نشانات ہیں جا بجا کھڑی ہوئی ہیں۔ کئی سوار اس کے پاس سے ہو کر نکلے۔ کچھ دیر کے بعد اسے دیکھا کہ جہاں تک نظر جاتی ہے فوج ہی فوج نظر آتی ہے۔ ایک کو کچھ نظر آتا تھا اور سکاٹشا اور مقصد بچنے سے وہ قاصر تھا کیونکہ سب اس کے خیال اور توقع سے خلاف تھا۔ اُسے کچھ بھی خبر نہ تھی کہ اس کے آس پاس کیا ہو رہا ہے۔ ہر طرف نقل و حرکت اور استعداد کا اظہار ہو رہا تھا۔ لیکن وہ کچھ بھی نہیں سمجھ سکتا تھا۔

اتنے میں شام ہو گئی اور ہر شخص یہ معلوم کر کے کھڑے قدم سے کھانسی پر
گر پڑا۔ چند منٹ میں تمام فوج میں بالکل خاموشی تھی اس کے بعد ایک
کے قانون میں ایک آواز مٹی۔ جسے اس کے بدن میں سنسنی پیدا کر دی اور
اسکا دل اندر سے مرنے لگا۔ یہ تو یوں کی رعد آسا گرج تھی۔

ایک سیکنڈ نگاہ آسمان کی طرف اٹھ گئی۔ اس کے بعد تو یوں کی حبیب آواز
پھر مومین گونج گئی جس کے بعد دیکھا گیا ہوائی جہاز پر صد ہا فیرن ہو رہی
ہیں۔ جس کے بعد آسمانی فضا میں دھواں پھیل گیا۔

ایک نے جانا اب ہم میدان جنگ میں پہنچ گئے۔
ہیں ذرا آگے بڑھ کے دیکھنا یہ کیا ہو رہا ہے۔ آہا یہاں تو سنگین چل رہی
ہے۔ وہ دیکھو کیسا کڑیل جوان ایک وار میں اونہ جھانکھ ہو کر زمین پر
گر پڑا۔ یہ تو کوئی صاف صاف کہہ رہا ہے۔ تم ہمارے ایک ہیں کیوں
آئے؟ تم نے فرانس کی سرزمین کو ناپاک قدموں سے روند کر یوں خراب
کیا۔ کیا تم جانتے نہیں کہ میان ہندوستان کے سر قوش اور جانا بدلاور
آگے ہیں جتنی تلوار کے سامنے بھاری رفل۔ بندوق اور دھواں دھار
تو کسے تو بے کچھ کام نہیں کر سکتے۔ ہم بھاری بھری بڑی تو یوں اور بھاری
لائٹ زنی کو بیکر رکھ دیں گے۔ ہمیں بھلائی سپاہی ہونے کا فخر ہے۔

اس ڈانٹ نے جرمنی دستے کے کچھ سپاہیوں کو تعجب اور بھڑک
میں ڈال دیا۔ اور تہیہ کر لیا یہ ہندوستانی جوان اگر آسانی سے بکڑ لیا
جائے تو اچھی بات ہے۔ ورنہ جان سے مار دو اسکا زندہ بکڑ کھل چلاؤ
دینا مناسب نہیں۔

ناظرین! یہ وہی جوشیلا جوان ہے جسکی رنگون میں ہندوستانی خون ہو
اسکا نام ایک ایک ہے۔ یہ ہمارا جیکا نیزکی فوج کا غیر کمیشنڈ افسر ہے۔
ہمارا ج اسے ایک کی پراوتہ اور کمال تھاپے ہمیشہ یاد کیا کرتے تھے۔ یہ قوم جاکھ کا
بانکا سپاہی ہے۔ ج میں بھرتی ہو کر اسنے اپنا تبدیل کر دیا۔ ہمارا ج ایک میک نیل لکھا کرتا
اسکا اصلی نام ہوشن سنگھ گوجر ہے۔ ہمارا ج اسکی دلیری اور جیوت دیکھ کر

بہت بڑی عنایت کرتے ہیں۔ مگر ہم کہہ نہیں سکتے کہ کون سے اسباب اس پر پیدا ہوئے جن کی وجہ سے وہ مجرم تصور کیا جانے لگا۔ اور جیل کی ہوا اکلانا بڑی مشکل پالیسی کے مفید سمجھی گئی۔

الغرض ہمارا بہادر شیر کی طرح جرمنوں کے خطوط جنگ میں گھٹا مارتا کاٹتا بیڑے بیڑے افسروں کے حوصلوں کو دبا تا رہا مگر اب وہ تھکے ہوئے تھینے کی طرح نہ لڑتا پسند کرتا ہے اور نہ قدم پیچھے ہٹانا مناسب سمجھتا ہے۔ اس میں کوئی ایسی زبردست طاقت تھی جو پشت پر دھکائے دے کر آگے بڑھا رہی تھی۔ اور آگے کوئی ایسا خوف لگا ہوا تھا کہ قدم بڑھانا تو درکنار اُس کا سمند خیال بھی آگے بڑھنے سے خود ہی بہت ہوا جاتا تھا۔

ادھر جنرل فلنٹ ایک جرمن افسر کو فکر بڑ گئی یہ بلا کہاں سے ٹوٹ پڑی کیونکہ اسے گرفتار کر لیا جائے۔ حالانکہ وہ بہادر تھا لیکن اس بہادر ہندوستانی کی چال سے بہت پریشان تھا۔

اس وقت جنرل فلنٹ کے فوجی دستے دسیرس سے کئی میل شمالی سمت پر بھاؤنی ڈالے بیڑے ہیں۔ دھاوے کے لیے حکم ہو چکا ہے۔ سنتروں اور تلگوں نے کمر میں کھول دی ہیں۔ گھوڑے صبح کے کوچ کے لیے تیار کیے جا رہے ہیں۔ تمام لشکر میں بے فکری چھائی ہوئی ہے۔ لیکن لشکر کے شمالی سمت کی چھاؤنی سے غل دشواری کو بخشتی ہوئی صدائیں کانوں میں آرہی ہیں۔

قاعدے کی بات ہو کہ ایسے نازک وقت میں تھوڑا غل و شور بھی ہرز کھائے ہوئے لوگوں کے کانوں میں پہونچ کر ایک تہلکہ برپا کر دیتا ہے۔ اس لیے یہاں کا ہر ایک شخص جھڑپا ہوا معلوم پڑتا ہے۔

درشن سنگھ گوجر یا با نفاظ دیگر ایک سیکرٹل ایک جرمنی سپاہی کو قتل کر کے اُسکے گھوڑے پر سوار ہو کر جنرل فلنٹ کے خیمے پر ٹوٹ پڑا سب سے پہلے اُسے اُس سنتری کو ہلاک کیا جو پہرے کے کام پر تعین تھا۔ جب یہ بہادر شیر کی طرح گر گیا ہو جنرل فلنٹ نے خیمے میں گھسنا تو اُسے جنرل فلنٹ کے

بجائے ایک نوجوان جرمن کو پایا جو اس دلاور کے اس طرح ٹھس آنے سے گھبرا گیا تھا۔

مسٹر ایلیک نے آگے بڑھ کر ہتھیار کیا۔

کیا آپ ہی جنرل فلنٹ ہیں۔

نوجوان جرمن نے دہلے جواب دیا۔

”نہین مین نہین ہوں“

مسٹر ایلیک۔ آپ بتا سکتے ہیں وہ بہادر جنرل کمان ہیں۔

نوجوان۔ ابھی ابھی باہر گئے ہیں۔

ایلیک۔ کس طرف۔

نوجوان۔ یہ مجھے نہیں معلوم۔ اتنا ضرور جانتا ہوں خدا جانے کس خیال سے بیرون قیمہ تشریف لے گئے۔

مسٹر ایلیک غصے میں بھرا ہوا غصے سے باہر آیا۔ آنکھوں میں خون اُترا ہوا تھا۔

چاہتا تھا جنرل فلنٹ سے مٹ بھیج دیا جائے اور اُسے زمین کا پیوند کرے کاش وہ

اتنے بڑے سار جنت سے سربر ہو جاتا تو یہ خط جنگ خود بخود ٹوٹ جاتا اب مسٹر

ایلیک کا دل جوش سے لبریز ہو گیا۔

اس اثنائے میں ایک مثل بولا اس بہادر کے سر پر سے زناٹے بھرتا ہوا انگلیا

اور یہ بھرا کر بول اٹھا۔

”بڑی ہی خطرناک جگہ ہے“

ابھی نوجوان بہادر جنرل فلنٹ کی تلاش ہی میں تھا کہ یک یک چھاؤنی میں

بگل بج گیا اور آواز میں آئے گئیں۔

”باغی آگئے۔ باغی آگئے“

فوراً ہی تمام لشکر دردی اور ہتھیاروں سے نہیں ہو گیا۔ ”درحقیقت وہی

نوجوان ابھی اس جنگجو انسر کے ہاتھوں سے ہوئے تھے اس شور و غل کے

موجب تھے“ ایس ایس نے گھیر لیا ہے۔ دلاور شیر و بان سے کھسک کر اُس

غیمے میں ہو رہا جہاں نوجوان جرمن اکیلا بیٹھا کچھ سوچ رہا تھا۔ اس نچلے بہادر نے

آئے ہی ایک ایسا ہاتھ لگا یا کہ وہ چیخ کے ساتھ ہی زمین پر گر پڑا۔ اور سسک سسک کر ٹھنڈا ہو گیا۔

نوجوان جرمین کو قتل کر کے کرنل ایک خیمے سے نکلا۔ اس کے کان توپوں کی مسلسل مہیب آوازوں کے خور ہو چلے تھے اور یہ کہنا غلط نہوگا کہ وہ جس پوزیشن میں تھا اس کے لحاظ سے ہر لمحہ یہ ممکن تھا کہ ایک شل گاؤں اس کے قریب گر کر اس کی زندگی کو ہمیشہ کے لیے ختم کر دے۔ کئی مرتبہ وہ اسپرہ کے کھنڈروں اور برباد شدہ عمارتوں کو دیکھنے کے لیے بھی گیا تھا۔ اسے اس شہر کی بربادی پر بہت قلق تھا جو کسی زلزلے میں نہایت خوبصورت تھا۔ وہ مورچے کی طرح بڑھتا چلا گیا۔ اس جگہ کلدار توپوں کے چلنے کی آوازیں برابر آرہی تھیں۔ اتنے میں ایک ہندوق کی فیر ہوئی۔ اور ایک گولی اس بد نصیب کرنل کے شانے میں اورنگی۔ زخم آ جانے سے لہو کی بوندیں ٹپ ٹپ کرنے لگیں۔

حالانکہ ہمارا نو فیر بہادر زخمی ہو چکا لیکن ہمت نے بھانگنے یا پیچھے ہٹنے سے روک رکھا تھا۔ یکا یک چند منٹ کے لیے خاموشی نظر آئی جس کے چند سکند بعد کرنل دلاور نے ایک حکم سنا اور اس کے گھٹنے باہم مگر اٹکے۔ اب سلیکٹو کا معرکہ شروع ہو گیا اور دست بدست اور شمشیر بہ شمشیر جنگ چھڑ گئی۔ زخمی دلاور دلیری کے ساتھ مخالفوں کے حملے کو روک رہا تھا اور اچھل پھلک کر کسی نہ کسی کو کھانٹ لیا ہی کر دیتا تھا۔

اتنے میں جنرل فلنٹ کو اس معرکہ کی خبر ہو چکی وہ گھوڑا کود کر آتا ہوا آیا اور جرمین سپاہیوں سے للکار کر کہا۔

بہادر! دیکھتے ہو کس دلیری سے نوجوان حریف صحیح و سلامت نکلا جا رہا ہے۔ افسوس! تم سے کچھ نہیں ہو سکتا۔ جھپٹ کر اسے ہاتھوں ہاتھ باندھ لو۔

ان جملوں سے جرمینوں کے جسم میں ایک طرح کی بجلی پیدا ہو گئی۔ وہ بلاے ناگمانی کی طرح چاروں طرف سے ٹوٹ پڑے۔ ہمارا دلاور اس فکر میں پڑ گیا کہ اب میں کیا کروں۔ گو اس کی اصلی حمیت اور خلفی شجاعت کا دلورہ اس کو اس امر پر ابھار رہا تھا کہ جس طرح یہودیوں سے بھرپور دن اور میدان جنگ میں لڑ کر مر جاؤں۔

لیکن دشمن کی فوج کی کثرت - اپنے پاس فوج نہ ہونا - اور پھر بائین شلانی سے سیروں خون کا بہ جانا یہ بائین اسکا وصلہ لیست اور کوتاہ کیے دہی تھیں بالآخر اس کے ہاتھوں لڑکھڑاے - وہ زمین پر گر پڑا - اور وہ باندھ کر اسی خیمہ میں پہنچا یا گیا جہاں جنرل فلنٹ پہلے سے اُداس و غمگین بیٹھا ہوا - کچھ سوچ رہا ہے -

بد نصیب ہندوستانی بیہوشی کی حالت میں فلنٹ کے رویہ و ڈال دیا گیا - پہلے تو ساراجنٹ دیر تک اس دھچکے کی مردانگی و ہمت پر تعجب کرتا رہا - کئی منٹوں کے بعد اس نے سراوٹھایا اور کڑوک کر بولا -

فلنٹ - اسی وقت اسکا سر قلم کر لو - اسے وہ جرم کیا ہے جس کے پاداش میں اسکا ہلاک کر دینا ہی مناسب ہے - اس قاتل نے میرے جاگے ٹکڑے کو ہڈی شہ کے لیے مجھ سے جدا کر لیا -

ناظرین کو نل ایک نے جس فوجیوں جرم کو قتل کیا تھا وہ فلنٹ کا پیرا بھتیجا تھا یہی وجہ تھی کہ جرم فوج کے کمانڈر جنرل فلنٹ کو اس قاتل کی صورت سے حرارت آگئی وہ طیش میں مبتلا اٹھ اٹھا اور جرنیل حکم بھی دیدیا کہ مقتول کے خون کے عوض میں اس قاتل کی گردن مار دو ساتھ ہی خدا جانے کس خیال سے وہ پلٹ کر ایک ساراجنٹ کی طرف دیکھ کر بولا -

فلنٹ - تم جانتے ہو میں برطانوی اور فرانسیسی خط جنگ میں گھس کر فوج مخالف کی تھاہ لیتا ہے اس کے لیے ایک ایسے آدمی کی ضرورت ہے جو ہمیں وہاں کے افسروں کی تجاویز کا راز اور برگیرہ اور سیکرین کے حالات سے مطلع کر سکے -

ساراجنٹ - مگر ہمارے کیپ میں ایسا واقف کار شخص کوئی نہیں ہے جو پیرس کی سرزمین اور وہاں کے فوجی اساتذ سے ابھی طرح واقف ہو - فلنٹ - آخر تم نے کیا انتظام کیا -

ساراجنٹ - ابھی تک تو کوئی ایسی تدبیر نہیں میں نہیں آئی جس سے تمہیں کر لیا جائے کہ وہاں کی تجاویز اور وہاں کے اساتذ کی پوری پوری خبر

سکے۔ اور ہم آنکھیں بند کیے فوج مخالف میں پہنچ سکین۔
فلنٹ - خیر کوئی ہرج مہرج نہیں ہم نے ایسے شخص کو تلاش کر لیا ہے جس کی
ہمیں اس وقت ضرورت ہو۔

سار جنٹ - بڑی خوشی کی بات ہے۔ حضور نے ایسا شخص تجویز کر لیا۔
فلنٹ - میں مناسب سمجھتا ہوں کہ یہی نوجوان جو گرفتار کیا گیا ہے اور
جسے سوٹ کر دینے کا حکم بھی دے چکا ہوں ساتھ لے لیا جائے۔ آخر اسے قتل کرنا
ہے یا انوی صفوں میں ہو کر اپنی کامیابی کی صورت اختیار کر لیں تب اس ناپاک
کے خون سے زمین پاک کر ل جائے۔

سار جنٹ - تدبیر تو اچھی ہے مگر میرے دلمین مختلف خیالات کا چشمہ ابل رہا ہے
کیونکہ اس وقت بے اعتمادی اور شبہ شخص کا چھوڑ دینا بھی خطرناک فعل ہو
فلنٹ - نہیں صاحب۔ قیدی کی حالت میں ساتھ چلین گے۔ چھوٹنا
کیا سنی۔

سار جنٹ - بہتر۔
اس کے بعد اس باا دست انس نے حکم دیا۔ ابھی اس قیدی کو خیردار
کے ساتھ ہسپتال میں بھیجا داسکا علاج کیا جائے۔ چند دنوں بعد اس کی
قیمت کا فیصلہ کیا جائے گا۔

کرنل ایلک جواب غوی ہوش میں آ گیا تھا اور اپنے سوٹ کر دے جائیگا
حکم سن چکا تھا اس دوسرے حکم سے کچھ حیرت کے خطوط پیشانی پر کھینچ گئے۔
حالانکہ دشمن کے زرع میں پھنسنے سے اسکا وہ پاگل پن بھاتا رہا تھا لیکن ایک
طرح کی اسپرٹ ابھی تک اس کی رگوں میں پھیلی ہوئی تھی جو اس کے دماغ کو
براہیکجہ کر رہی تھی۔ اس کے دل میں یہ خیالات گزر رہے تھے کہ کوئی اہم
واردات وقوع میں آنے والی ہے۔

اس وقت شاید کوئی ۹ بجے ہو گئے۔ ماہتاب کی کرنوں نے قدرتی چمکنا
میں سفید چادر بچھا دی ہے۔ دوسرے نہایت خوشگوار ہے۔ ہمارا بہت ہی
کرنل ایلک یا دشمن سنگ گویہ۔ یہی ہی حالت میں تھکے ہوئے بہترین سے

جاڑا ہوا گردن ڈالے بیٹھا ہے۔ آس پاس۔ کپتان۔ سارجنٹ میجر اور کئی کرنل حلقہ کیے کھڑے ہیں۔ جنرل فلنٹ حکم دے کر اپنے شخص کی طرف روانہ ہوا۔ رہمان ایک ایک پڑمردہ بیٹھا ہوا چاروں طرف متوجہ تھا نگاہوں سے دیکھ رہا تھا تاہم اس کی ہمت پست نہ تھی وہ سمجھتا تھا اگر جرمن ریفیلون کا نشانہ بھی بنایا گیا تب بھی وفادارانہ برطانوی کے رجسٹر میں نام درج ہو جائے گا۔ میری جان ملک و قوم کے لیے اگر کام آجائے تو اس سے بڑھ کر کوئی عمدہ بات نہیں۔ جس پر میری زندگی کا انحصار ہے۔

دل کو تسکین دینے کے بھی جدا جدا طریقے ہیں شیر دل بہادر یہ جانتا ہی ہے کہ میں دوچار دن کا یہ سہان ہوں۔ جنرل فلنٹ اپنے بھتیجے کا حضور عرض لے گا لیکن ساتھ ہی اس کے مجروح دماغ میں یہ بات گونج رہی تھی کہ میرا نام اُسی دست عزت سے لیا جائے گا جب جرمن ہسپتال کی گولیاں میرے دماغ اور سینے کو پھیلانی کر دینگیں۔

کرنل ایک انھین خیالوں میں پھنسا ہوا تھا کہ کیا ایک ایک سارجنٹ ان پہرے داروں کے قریب آیا جو آس پاس بیٹھے مستعدی سے پہرہ دے رہے تھے۔ سارجنٹ۔ (پاس ہو چکا ایک میجر سے جس کا نام بلنڈل تھا) سنو اس فیری کو پہلے ہو۔ جنرل فلنٹ کے ساتھ رہنا دس بجے کے بعد برطانوی ہیڈ کوارٹر میں گشت لگانے کی ٹھن گئی ہے۔

بلنڈل۔ کیا آج ہی کی شب بھر کی گئی ہے۔

سارجنٹ۔ ہاں۔ ایک گھنٹہ کی دیر ہے۔

بلنڈل۔ کیا پانچ بج رہی ہے برطانوی سلسلہ آدروفت کی طرف سیدھی چلی گئی ہے چلنے کا ارادہ ہے۔

سارجنٹ۔ ہاں قصد تو ایسا ہی ہے۔

بلنڈل۔ بہت خوب۔ برطانوی ہیڈ کوارٹر میں چل کر دم لین گے۔

سارجنٹ۔ مسیح چاہے گا اور پہلی دھن کی مرضی ہو تو ایسا ہی ہو گا۔

بلنڈل۔ تم کچھ گھبراہٹ سے معلوم پڑے ہو۔

سارجنٹ - ہاں بھئی - دشمن کا خوف لگا ہوا ہے - برطانوی قدر انداز بڑی ہوشیاری سے گشت کر رہے ہیں - اونکو جو شخص ریت کے بوروں سے سر نکالے نظر آتا ہے اسے فوراً گولی کا نشانہ بنا دیتے ہیں - ایسا ہوا پانچویں روڈ پر کسی گولی کے نذر ہو جائیں -

بلنڈل - اونھو کیا پروا ہے - اگر دست بدست لڑنے کا موقع آیا اور سنگین چلنے لگین تو دیکھ لیجئے گا - ہم کس بھرتی اور دلیری سے مارنے کا طے انگریزی خطوط حرب میں داخل ہو جائیں گے -

سارجنٹ - جناب ایساں کب رکنے والے تھے مگر ہمارے جنرل صاحب (فلنٹ) ذرا پیونک بیونک کر قدم رکھتے ہیں -

بلنڈل - آپ جانتے نہیں - وہ سمجھ بوجھ کر کام کرتے ہیں - اونھو جلدی کام نشان کا ہوتا ہی ہے -

سارجنٹ - گو برطانوی ٹالین مین ہل چل ڈال دینے کا ارادہ ہے - مگر انگلش وجرمن خطوط حرب کے درمیان کی زمین انتہا درجہ کی خطرناک ہے - جو شخص اس قطعہ میں دیکھ دیا جاتا ہے اسے انگریزی وجرمن رافلون کا نشانہ بننے کے لیے تیار ہو جانا پڑتا ہے - حالانکہ میرے دماغ سے تمام خطرات رخصت ہو چکے ہیں - مگر بعض اوقات انسانی جسم اس طرح کے جذبات کے زیر اثر ہو ہی جاتا ہے چنانچہ جنرل فلنٹ بھی ان متوہم خیالات کا امج گاہ بنا ہوا ہے -

بلنڈل - بھائی انگریزوں کی دو چار چالیں ایسی چل گئی ہیں جنھوں نے مضبوط سے مضبوط کلچے کو دھلا دیا ہے -

سارجنٹ - سنا ہے سپر ڈر کوئی انگریزی جاسوس بہت بڑا عیار ہے وہ سب کاموں میں زیادہ مصروف و منہمک رہتا ہے - اسی سے کچھ خطہ معلوم ہوتا ہے - ورنہ ہم انگریزی لباس میں وہاں پہنچ کر بہت کچھ کا رنایاں کر سکتے ہیں - مگر اچھل سنا ہے وہ موجود نہیں ہے کسی اور مورچے پر اسکی تعیناتی ہے -

بلنڈل - برادر! اسکا کوئی اعتبار نہیں - ایسے عیاروں کو ہر جگہ موجود سمجھو -

ابھی یہی باتیں ہو رہی تھیں کہ کوچ کا بگل بجا اور کچھ فوجی رسائے ترتیب وار
 سلامی کو کھڑے ہو گئے اس کے بعد جنرل فلنٹ سمند باد پارسو اور اپنے خطرات
 سے نکلا اور جہنم جٹالین اور سکے ہمراہ انگریزی مورچہ کی طرف چل کھڑی ہوئیں
 کرنل الیک بھی قیدی کی صورت میں ساتھ ہے۔

باب چوتھا

میری تم کمان

شب کے گیارہ بج چکے ہیں۔ بارہ کا عمل ہے۔ چاروں طرف سننا ٹاچھا یا ہوا
 کسی ذی روح کی آواز سنائی نہیں دیتی۔ مناظر بہت خوفناک تھے۔ جہنم فلنٹ
 نے فوجی دستوں کو ٹاک رہنے کا حکم دیا اور خود بھی گھوڑے سے اتر کر ایک
 چھو لداری میں دم لینے کے لیے اتر بیڑا۔

اس وقت ہم بھی کرنل الیک کی تلاش میں گشت لگا رہے ہیں۔ چند منٹ میں
 اوسکی چھوٹی سی چھو لداری تک پہنچ گئے۔

ہماری نگاہ کرنل الیک کی جستجو کرتی ہوئی اس چھو لداری کے اندر پہنچی۔ ہم
 دیکھا ایک بد قسمت انسان سرد آہیں بھر بھر کر اپنا وقت رائیگان کر رہا ہو۔
 وہ بھی چھو لداری کے اندر پڑی ہوئی جتن سے گردن نکالتا ہے اور آسمان کی
 کیفیت دیکھ کر رو دیتا ہے۔ کبھی چٹکے ہوئے ستاروں کی چاک دمک پر اوسکو
 آنسو نکل آتے ہیں کبھی وہ سر جھکا کے کسی فکر میں الجھ جاتا ہے۔ کبھی بے چین
 ہو کر ٹپکتا ہے جس سے اوسکے مضطرب دل کو شاید کچھ تسکین ہو جاتی ہے
 غالباً ناظرین نے بھی پہچان لیا ہو گا کہ یہی خواہ ملک اور وفادار سلطنت
 انگلشیہ۔ کرنل الیک ہے۔ کیا اوسے موت کے نام سے ہراس ہے۔ کیا
 جلا دکی بے پناہ تلوار سے خوف دلارہی ہے۔ نہیں بھر اوسکا دل کیوں دکھ
 رہا ہے۔ اوسکا سینہ کیوں چاک ہوا جاتا ہے۔ بے چینی کی وجہ کیا ہے۔
 آپ کچھ سننا۔ دیکھیے وہ آہستہ آہستہ کیا کہہ رہا ہے۔ اسے خود

لیڈی خدا جانے تو اسوقت کہاں ہو۔ ہاے کیا تو دم واپسین بھی اپنا نورانی جمال نہ دکھلا سکے گی۔ کیا تو مجھ سے ناراض ہو گئی (آستین سے آنسو پونچھ کر) مس مین نے تو میرا کوئی قصور بھی نہیں کیا۔ صرف تجھے پیار کرتا ہوں۔ واقعی گناہ عظیم کا مرتکب ہوا ہوں۔ میں تجھ کو بدنام کر دیا اور اسی سے شاید تو مجھ سے خفا ہو گئی ہوگی۔ پیاری ناراض ہوتا۔ میں بھی خطرے میں پھنسا ہوں۔

پیاری بریس! اب میری جان بچ نہیں سکتی۔ میں غمی ہوں۔ رات بھر کا میمان۔ کیونکہ میں جنرل فلنٹ کے بھتیجے کو قتل کیا ہے۔ افسوس میں نے اس کے ایندرون کا خون کر دیا۔ جنرل فلنٹ ضرور مجھے قتل کر دیگا۔ ہاے کیا کروں۔ اصرار و استقلال کا دامن میرے بے قابو ہاتھ سے چھوٹا ہی جاتا ہے۔ کہیں فلنٹ اتنی مہلت دیدتا کہ میں دنیا سے رحلت کرنے وقت ایک نظر تجھے دیکھ لوں اور اس طرح شاید میری جان بھی آسانی سے اس جسد خاکی سے پرواز کر جائے گی۔ جان جان! تم بھی جانتی ہو کہ میں برن فورڈ کے قلعہ میں قید ہوں۔ لیکن نہیں تمھارا بیجان عاشق وہاں سے نکل کر جیونوں کے قلعے میں بدقسمتی سے پھنس گیا۔ دوچار روز بعد اس کے جسم کا بھی پتہ نہ رہے گا۔ اوسکی جان قزاق اجل کے سپرد کر دی جائے گی۔ ہاے اگر میں اس حالت میں ایک دفعہ تمھاری دیدار سے آنکھیں ہنیک سکتا تو یہ آپ کی حالت جو اسوقت محسوس ہو رہی ہے۔ دور ہو جاتی۔ کیا کروں طبیعت کڑی پڑتی ہے۔ دل بیٹھا جاتا ہے کوئی اتنا کدھر کہ پیاری میڈم اس تنگ و تاریک دلداری میں تم سے ملنے آئی ہے۔ جان میں تم نازک ہو اتنی لمبی مسافت کیونکر اٹھا سکو گی۔ تم پھولوں میں تنے کے لائق ہو تم کب اس پتھری زمین پہ چلنا پسند کرو گی خیر وہی چار روز میں مجبوری اور حسرت کے ساتھ جان ہی عزیز تر و قابل تر ارواح کے سپرد کرونگا۔ افسوس ہو تو یہ ہے کہ دم واپسین تمھاری زیارت نہو سکی۔

اسوقت الیک میک فیل کی حالت بہت ہی نازک تھی۔ یاس و حرمان کی فوجیں بے طرح گھیرے ہوئے تھیں۔ ڈبڈبائی ہوئی آنکھوں میں سس سس کی خیمائی تصویر اترتے طرح نقش ہو گئی ہے کہ قطرات اشک جو ٹپکتی ہیں

ان میں اوسکی خوبصورتی کا عکس جھلک جاتا ہے۔ ہمارا بہادر دوست بے چینی کی حالت میں بستر غم پر بیٹھا ہوا رات کاٹ رہا تھا۔ دفعۃً کسی کے پاؤں کی آہٹ محسوس ہوئی۔ پھر سناٹا ہو گیا۔ دو منٹ بعد آواز آئی مسٹر ایلیک۔ اس آواز نے ایلیک میک فیل کی گردن اٹھا دی۔ دیکھا ایک سیاہ شکل ہستہستہ اپنی طرف بڑھ رہی ہے۔

ایلیک میک فیل سنبھل بیٹھا دل دھڑکنے اور قلب اچھلنے لگا۔ کچھ دیر تک یہ خوفناک سین اس غریبے سامنے ایسا ہیبت دلانے والا نقشہ دکھلا کے غائب ہو گیا۔ اندھیرے پردے کو اٹھاتی ہوئی وہ سیاہ شکل قریب آ کر بولی۔
شکل۔ مسٹر ایلیک۔ اٹھو۔ میرے ہمراہ نکل چلو۔ میں یقین برن فورڈ کے قلعہ میں پہنچا دوں گی۔

ایلیک۔ بہن میری اتم کمان۔
 ناظرین یہ کافی شکل اصل میں سس بریس کی ہمارے دو مساز خاص تھی جو بریس کی ہوا خواہی منظور تھی۔ سس بریس ایلیک پر فریفتہ تھی وہ جانتی تھی ایلیک نے ایک شریف دل پایا ہے اور اسکی فطرت میں خوبیوں کی صلاحیت ہے۔ اس لیے اُسے اپنی منہ بولی بہن میری کو اسکی تلاش میں بھیجا جو سراغ لگاؤ لگاؤ خدا جانے کس طریقے سے چھیلداری کے اندر پہنچ گئی۔
میری۔ بس اسوقت گفتگو کرنے کا موقع نہیں ہو۔ میرے ساتھ نکل چلو۔
ایلیک۔ نہیں میری! ایسا ہونہیں سکتا۔

میری۔ کیوں؟
ایلیک۔ میرا نام ایلیک میک فیل ہے۔ جنگ کی خداتہ انجام دینے کے لیے ہندوستان سے آیا ہوں۔ میری حمیت تقاضا نہیں کرتی کہ ایک عورت چورون کی طرح قید سے نکال لی جائے۔

میری۔ معلوم ہوا کہ خود ہی اپنی جان قطرے میں ڈالنا منظور ہے۔
ایلیک۔ شاید ایسا ہی ہو لیکن بھاگ کر اپنی بہادری میں دھبہ لگانا نہیں چاہتا۔
میری۔ مگر ضرورت کیوقت انسان سب کچھ کرتا ہے۔

ایلیک - نہیں میری! مجھ سے ہرگز ایسی امید نہ رکھو۔
 میری - تو میرا اس قدر مصائب اٹھا کر بیان آنا بالکل ہی بے سود ہوا۔
 ایلیک - نہیں بے سود کیوں؟ - ہم اس سے کوئی اور اچھا کام لے سکتے ہیں۔
 میری - کون کام ہے۔ ذرا عجلت کیجئے۔ میرا بیان زیادہ ترقیام کرنا بھی
 خطرناک ہے۔
 ایلیک - پہلے یہ بتاؤ تم آئین کس طرح۔
 میری - باتیں کرنے کا وقت نہیں ہے۔ چلنا ہوتا جلدی کیجئے ورنہ مجھے اجازت
 دیجیے کیونکہ ایک بچا چاہتا ہے۔
 ایلیک - (پچھ سوچ کر) خیر یہ بتا دو میری دلریا سس برس اچھی طرح ہیں۔
 میری - ہاں سب خیریت ہے۔ اور سس برس ہی نے مجھے بھیجا ہے۔
 ایلیک - اسے دہا بھر کر افسوس کیونکر اون سے منسکتا ہوں۔
 میری - خاموشی کے ساتھ نکل چلنے کو کوئی اور تدبیر نہیں ہے۔
 ایلیک - نہیں میری! مجھ سے یہ نہیں ہو سکتا۔ تم جانتی ہو ہندوستان بہادر دہلی
 دھبہ لگانا پسند نہیں کرتا۔
 میری - تو پھر آپ کسی طرح بچ بھی نہیں سکتے۔
 ایلیک - (غوطے میں جا کر) ہاں ایک تدبیر ہے اگر چل گئی۔
 میری - کون تدبیر۔ جلدی کہو۔
 ایلیک - کیا تم مردے سکتی ہو۔
 میری - جب حضور ہی کے لیے یہاں آتا ہوا ہے۔ تو کیا کسی کام میں پہنچتی
 کر سکتی ہوں۔
 ایلیک - اول تو عورت اور پھر تم جانتی ہو یہ کام کیسا خطرناک ہے۔
 میری - ہاں جان سے ہاتھ دھو ناپڑے گا۔
 ایلیک - یہ وہ کام ہے جس سے بڑے بڑے دلیران صف شکن کی ہمت
 ٹوٹ جاتی ہے۔ بڑے بڑے بہادر جان چراتے دیکھے گئے۔
 میری - (ابرو پر بل ڈال کر) یہ کہو۔ مسٹر! تم مردوں کو عورتوں سے بڑھ کر

ہمت والے سمجھتے ہو لیکن یہ تو خیال کرو آج تک کتنے ایسے مرد نکلی جنھوں نے
 تم ایسے بہادر قہنہ یوں کی مدد کی ہو۔ اور ایسے نازک موقع پر جبکہ ادنیٰ زندگی میں
 چار پانچ گھنٹے باقی رہ گئی ہو۔ ابھی کل کی بات ہو کیا دروڑن کے محاصرہ کی تھیں خبر
 نہیں۔ حملہ آور دن کو گولیوں کے ایک طوفان سے سانس کرنا پڑا تھا جس میں پوری
 بتالین خاک سیاہ ہو کر رہ گئی تھی۔ اس وقت ان عورتوں ہی نے مردوں سے بڑھ کر
 کام کیا تھا۔ زخمیوں کو اپنے شانے پر لے جانے والی کون تھیں۔ وہ عورتیں
 ہی تھیں جنھوں نے ایسے خطرے کے وقت جان پر کھیل کر سیکڑوں زخموں
 کی جانیں بچائیں۔ معلوم نہیں مردوں کو عورتوں کے ساتھ کمان کی دشمنی ہے
 افسوس اس وقت میں ایک ایسے شخص سے باتیں کر رہی ہوں جو وطن اور تاج پر
 جان قربان کر دینے کے لیے کتنا لمبا سفر اختیار کر کے یہاں آیا ہے۔ اگر اور
 کوئی ہوتا تو دکھا دیتی کہ ایک نازک مزاج و شیرہ عورت دشمنوں کے رخسے میں
 پھنسا بھی کیا کچھ کر سکتی ہے؟
ایلیک۔ میری باتم ناراض ہو گئیں۔ میں نے تو صرف یہ سمجھ کر کہا تھا کہ شاید تم
 وہ کام انجام نہ پا سکے۔
میری۔ اس میں ناراضگی کی کون بات ہو۔ عورتوں کے حق میں جو کچھ فرمایا گیا
 اسے میرے کان ضرور کھڑے کر دیے۔
ایلیک۔ خیر۔ جو کلمات زبان سے نکلے ہیں۔ واپس لیتا ہوں۔ میری بھول تھی
میری۔ (ہنس کر) تو جو کچھ کہنا ہو جلد کہیے۔ رات آدھی سے زیادہ آجکی ہو
 اور ابھی تک ہم نے کچھ کیا ہی نہیں۔
ایلیک۔ سنو۔ دو چار گھنٹے کا اور زمانہ ہوں۔ صبح ہوتے ہی شاید یہ دنیا
 دیکھنا نصیب ہو۔
میری۔ تو پھر میرے ساتھ کیوں نہیں نکل چلتے۔
ایلیک۔ ابھی چلنے کا وقت نہیں۔
میری۔ (رومال سے آنسو پونچھ کر) اچھا بتائیے تو سہی مجھے کیا کرنا چاہیے۔
 تاکہ نصیب دشمنان آپ کی جان پر کوئی گزند نہ پہنچ سکے۔

ایلیک - بس یہی تم مارا جہ صاحب بیگانہ کے پاس جاؤ اور میری جان بچا کر دو
اگرچہ میں گھنٹے کے اندر جہل تلنت کے کیپ پر دھاوا نہ بول سکیں تو پھر جہ منوں
خطوط حرب کا توڑنا دشوار ہو جائے گا۔

میری - میں سیدھی برن فورڈ کے قلعے میں جاؤں۔

ایلیک - ہاں۔ مگر سفاک جہ منوں کی نگاہوں سے بچتی رہنا۔ ایسا نہ تو کوئی یقین
بھی چیر غٹو کرے۔

میری - لیکن وقت بہت قلیل ہے۔ چوبیس گھنٹے کے اندر آنا محال معلوم ہوتا ہے
اور خدا نہ کرے کل صبح آپ کی جان پر بھی ۔۔۔۔۔

ایلیک - نہیں۔ یہ خیال نہ کرو میں اپنی زندگی کے دو چار دن اور بڑھا سکتا ہوں
ایک ترکیب اور سوچ لی جو۔ احتمالاً تم سے کہہ دیا۔ اگرچہ میں گھنٹے کے اندر مارا جہ
صاحب کا شکر آجائے تو اچھا ہی ہے۔

میری - خیر میں جاتی ہوں۔

ایلیک - ہاں جاؤ۔ میری دلربا (بریس) کی تشفی کرتی رہنا۔

میری - بارہا میں سمجھا یا ہی کرتی ہوں۔ آپ جانتے ہیں غارت کی آگ مری
بلا ہوتی ہے۔

ایلیک میک فیل کا جی بھرا ہوا انتخاب اختیار سے آئسٹونکل آئے۔ میری
دوبہا باؤن سے چھو لنداری سے نکلی کچھ قدم براہمی ہوگی۔ ایک سار جہٹ کی آواز
آئی۔ کون؟ ساتھ ہی ایک دھاوا کا ہوا اور بہت سے آدمیوں کے دوڑنے ہوئی
آئے کی آہٹ معلوم ہوئی۔

میری اس خیال سے کہیں گرفتار نہ کرنی جاؤں ایک درخت چپک رہی وہ
لوگ بھی پاس آگئے۔ ایک سے جیڈا کر کہا۔

وہ کھو و کھو دیکھو وہ بھاگا جاتا ہے۔

سب لوگ آواز پر دوڑے لائٹیں جلائی گئیں۔ رات کے وقت ہوائی جہاز
کے خطرے سے مولا جواہر پر روشنی فاحوش کر دیا جاتی تھی۔

میری نے دیکھا چار شخص قوی الجشتہ طویل القامت اپنی طرف سے بھاگ رہے ہیں۔ وہ

پستول نکال کے تاک میں کھڑی ہو گئی جب یہ لوگ قریب آئے۔ تو پستول کی گولی کھا کے ایک شخص زمین ڈھیر ہو گیا۔ باقی تین شخص جان بچ کر بھاگ کھڑے ہوئے۔ میری کوتاہی فرصت غنیمت ہوئی۔ وہ پاس کے کھٹے جنگل سے جوتی ہوئی برن فورڈ کی سڑک پر پہنچ گئی۔

باب پانچواں

برن فورڈ کا گرجا

گذشتہ واقعات کے چھ ماہ اودھر گسٹے پہلے یکشنبہ کو برن فورڈ کے گرجے میں سس بریس اور ایک میک فیل سے ملاقات ہوئی تھی۔ برن فورڈ جوتی ضلع میں جنگلے دو تین سال اودھر ملک فرانس کا بہت مشہور مقام تھا۔ تجارت کی وجہ سے یہ شہر مالا مال تھا حتیٰ کہ غریب ساغریب آدمی بھی کچھ مدت کے بعد دولت مند ہو جاتا تھا۔ اس تجارتی شہر میں سسر لٹرناسے ایک دولت مند کا رخا نہ دار تھے اور وہ حال ہی میں ایک حصہ دار کی حیثیت سے کاروبار میں شریک ہوئے تھے۔ ان کی عمر ۲۹ سال کی تھی۔ قصبہ میں انکا خاص طور پر اعزاز و احترام کیا جاتا تھا۔ ان کے ایک شوخ و شنگ دوشیزہ لڑکی بھی تھی۔ وہ سسر لٹرناسے بریس کے نام سے پکاری جاتی تھی۔ اس میں شک نہیں کہ اس میں اپنی جگہ پر خاص دلربائی موجود تھی اور اس کے انداز واداکو خط وخال کے ساتھ فصیح تناسب تھا۔ اور اسی وجہ سے اس کے حسن کی وصف بیرون نے ایک میک فیل کے دل پر قبضہ کر لیا تھا جس دن سس بریس سے ایک میک فیل کی آنکھ چار ہوئی تھی اس دن کا کچھ حال قلب بند کر کے یہ بتانا چاہتے ہیں کہ عشق کی آگ دو دنوں میں کس طرح شعلت کر جاتی ہے۔ سینہ سوز ورن سے کیونکر چھلنے لگتا ہے اور وہ کونسا موقع ہوتا ہے کہ جب اچھوتی طبیعت اور بے داغ دل والے انسان ابھی مرضی کے مطابق غمزدہ ہوا ہمارے ہمدرد اور با وفا ساتھی تلاش کر کے ایک دوسرے پر تڑپنا شروع جاتے ہیں اور جان و نقد دینے میں عار نہیں سمجھتے اور ہمیں ہجر و عشق کی آگ میں جلا کر دھو کر نکالتے ہیں۔

اور کچھ بھلا نہیں معلوم ہوتا۔ وہ محبت کی موجوں میں کچھ ایسے از خود رفتہ ہو جاتے
 ہیں انھیں قدرت کے قانون کی بھی پروا نہیں ہوتی اس لاعلاج مرض کا اگر کچھ دریا
 ہے تو وصل۔ لیکن افسوس یہ ہے کہ اس میں کامیابی بہت دشوار معلوم ہوتی ہے
 خدا نہ کرے کسی کی مفارقت اور دوری کے صدمے کسی کو اٹھانا بڑا ہیں۔ مگر اگرچہ
 اس فتنہ پر داز عشق کا اسکا دستور ہی یہی ہے۔ جنھوں نے نکتہ عشق میں محبت
 کا سبق پڑھا وہ اُسی کے ہو رہے۔ وہ دونوں جہان سے گئے گزرے۔ نہ ان کے
 چہرہ پر پہیلی سی رونق رہتی ہے اور نہ اگلی سی جسم میں تازگی۔ دوست اچانک
 ملنا۔ آنے جالے والوں سے بات چیت کرنا آنکھ بڑا معلوم ہوتا ہے۔ وہ ہیں اور
 ہر وقت تنہائی۔ کسی کی یاد ہے اور انکا دل۔ وہ نہیں جانتے قانون کیا ہے اور
 ہم کیا کر رہے ہیں۔ وہ تو چار آنکھیں ہوتے ہی زنجیر میں جکڑ دیے جاتے ہیں اور
 انھیں خدائی قانون کی بھی سمجھ نہیں رہتی۔ بھلا ہمارا صاحب بیکانیر کا قانون
 تو مارواڑ کے ایک چھوٹے سے راجہ کا قانون تھا۔ جو ان کے کہیں کے اندر ہی کام
 کر سکتا تھا۔ اس قانون کو دو دنوں میں لگی ہوئی آگ کب بجنے والی تھی۔ جب
 دونوں میں عشق کا زبردست آزار پھیل گیا۔ دونوں محبت کے بلا دہیچ میں گرفتار
 ہو گئے۔ دونوں عالم تصور میں بیٹھے ہوئے کسی کی بھولی بھولی اور پیاری پیاری
 صورت یاد کر رہے ہیں اور ہائے کر کے رہ جاتے ہیں۔ امید و بیم کی حالت نے
 دونوں کو بے چین کر دیا تھا۔ دونوں بیماروں سے بدتر ہو گئے تھے۔ تو ایک دن
 ہمارا صاحب بیکانیر کے قانون تک اسکی خبر نہ ہو چکے تھے کہ ایک میک نیل
 مسٹر ٹرکی پر بے محال دفتر مس بریس کا عاشق زار ہے۔ اسنے اس جنگی موقع
 پر بھی شاہی داب و احترام کا کچھ پاس نہ کیا اور وہ ہنسوز اینی ہیودہ رائے پر
 قائم ہے۔ ہمارا صاحب بیکانیر نے بہت جاہا کہ ایک میک نیل کی ہیودہ گون کو دفع
 کریں اور مس بریس کی محبت کے خیالات کو اُسکے دل سے نکال دیں لیکن
 اس میں انھیں کامیابی نہیں ہوئی ناچار وہ مجرموں کی طرح جیل میں بند کر دیا گیا
 اور عام قیدیوں کی طرح اُسے رہنا پڑا۔ قصور صرف یہی تھا کہ وہ مس بریس کو
 پیار کرتا تھا اور مس بریس بھی اس کو دل سے چاہتی تھی۔

میں نے اپنے دل میں سوچا کہ میں نے اس بد نصیب قیدی کو بھونکا
 لیکن میں نے اس کے پاس سے نہیں گزرا۔ باب مسٹر لٹل کے کان بھونکنے سے
 اس کے صاحب کا دل بھینکا بڑ گیا۔ اور پچا رہا سبک ہو کر نظروں
 گر گیا۔

ایک دن دوپہر کے وقت ایک ایک نیل سوکراوٹھا ہرن فورڈ کے گرجے کی
 گھڑی بارہ بج چکی تھی۔ پہلے اُس نے خدا کا شکر یہ ادا کیا اتنے میں خانسان نے
 آکر کہا۔ کھانا تیار ہے۔

ایک بہتر ہے۔ میرا ارادہ آج گر جا کر جائے گا ہے۔
 خانسان۔ گر جا جائیے گا۔ گر جا جائے گا یہ وقت نہیں ہے۔ ایسا ہی ہو تو
 شام تک چلے جائیگا۔

ایک بہتر ہے شام ہی کو سہی۔ مگر جاؤ گنا ضرور۔ تم بھی ساتھ چلنا۔
 اس کے جواب میں ازیکل خانسان نے کہا بہتر ہے ہم بھی حضور کے ساتھ
 تماشا دیکھ آئیں گے۔

چنانچہ شام کو ایک ایک نیل ازیکل خانسان کے ساتھ گر جا پہنچا اور
 وہاں پہنچ کر اُس نے اُس نظارے کی جستجو کی جس کے دیکھنے کا شوق اُبھار کر
 یہاں لے آیا تھا۔ لیکن اُسے کیسی مایوسی ہوئی جب وہ اپنے مقصد میں کامیاب
 نہ ہو سکا۔ وہ مس بریس کے جمال نقید المثال کی زیارت کیا چاہتا تھا۔ وہ اُس
 دلکش منظر اور نظریہ زیبائی و رعنائی کا شائق نظر آتا تھا جس کو دیکھتے ہی
 پُرسش ہو جاتی ہے۔

پُرسش ہو جاتی ہے۔ ایک عجیب محویت پیدا ہو جاتی ہے۔
 تھوڑی دیر کے بعد گر جائی ناز و پرستش ختم ہو گئی اور ایک ایک نیل عمارت
 سے ٹکڑے ٹکڑے بن جا کر ٹکڑا ہوا ایک ایک اسے معلوم ہوا کہ اس کے دل کی حرکت
 بند ہو گئی ہے اس کی نظر مس بریس پر پڑی۔ آنکھیں چار ہو گئی ہیں کام تمام ہو گیا
 اس کی لالہ کی صورت کی نسبت ایک ایک نے یہ خیال کیا کہ اس نے
 کیا شکل پائی ہے۔ خوبصورتوں میں خوبصورت حسینوں میں حسین۔ چہرہ میں مہر
 اس خط و خال اور چہرہ عمر کا ملنا مشکل ہے۔ چہرہ بایں۔ سر با زیا و خوبی

مین پری - کنوارے کا بھولا بن کچھ ایسا ہے کہ نقص کی نگاہ میں بھی اس کے سراپا میں نقص پیدا کرنا نقص ہے۔ صانع قدرت نے ایسی دلکش اداسی لگا دی یہ پیاری پیاری تصویر بھیجی ہے جس کے چہرے سے بلاخبر محسن کے ساتھ بانگین ٹپک رہا ہے خوشا یہی جنت کی غیر معمولی زینت سے آراستہ حوروں کو نصیب ہو۔ مختصر یہ کہ دلمین ترجیحی بر بھی لگ گئی۔ اُسکی گویائی بالکل سلب ہو گئی۔ اُسکا دل سس برس سے گفتگو کرنے میں بہت جیچن تھا مگر اجنبیت کا خیال اور غیر ملک کا باشندہ ہونے نے اُسکے ارادے کو روک دیا وہ بہت کی طرح خاموش کھڑا دیکھا گیا۔

ادھر اس پری حمال کا اس غریب الوطن کو اپنی زنجیر زلفت میں اسیر کرنا تھا کہ ادھر اس نقاطیس تاثیر کا وہ آئینہ عشاق کا جذب دل اپنی برقی طاقت سے پیدا کرتا ہو محسوس ہونا شروع ہو گیا۔

الفت کا یہ مزا ہو کہ وہ بھی ہوں بے قرار

دونوں طرف ہوں آگ برا بر لگی ہوئی

مس برس کے دلمین ایک ایک نیل کی زیا صورت نقش ہو کر رہ گئی۔ وہ بری چہرہ بیڈی دلمین کہتی تھی یہ کس خوبصورت آسمان کا تارہ ہے وہ اُسکا وطن اور نام دریافت کرنے کے خیال میں تھی۔ مگر اس کے منہ پر خدا جانے کس چیز نے نہر لگا دی تھی کہ بولنے نہ پاتی تھی۔ دل ہی دل میں ہزاروں طرح کے خیالی بلاؤں کے تھے بنیادی اور جو بیت زور بکھڑتی جاتی تھی۔

ناز ختم ہو چکی تھی کچھ ٹوک گرجے سے باہر پورا خوری کر رہے تھے وہ بری چہرہ بیڈی اپنے ساتھیوں کے ساتھ ادھر ادھر گشت کرتی رہی ایک ایک نیل تھی کہ غرض باغ کی روشنوں بکھڑا اس نور کی تلی کی بلالین اپنی چشم مشتاق سے نے رہا تھا دوران گفتگو میں ساتھیوں کی زبانی صرت اتنا معلوم ہو سکا کہ یہ ماہر و برن نوڈ کے ایک مشہور سوداگر مسٹر لٹل کی صاحبزادی ہے۔

ایک ایک نیل نے ساتھیوں سے ملکر کچھ ادھر ادھر کی گفتگو کی اور باتوں باتوں میں پری کو سینے میں اوتا لیا۔ اور پھر ایسے دُورے ڈالے کہ کیا کہا جاے

اُسکا محبت و عشق کے تلامذہ میں بائین کرنا پورا تماشہ ہو گیا۔ اُسے اس ملیٹی کے منہ سے کہلوایا کہ روزانہ شام کو اسی گرجے میں ملاقات ہوا کرے گی۔ اس وعدہ و وعید کے بعد ایک ایک اپنے کپ کی طرف روانہ ہوا۔ اور سب بریں اپنے مکان کو واپس ہوئے۔

دوسرے دن شام کو جب ایک ایک گرجے میں پہنچا لکھا۔ مس پہلے ہی موجود ہے۔ بعد نماز جب یہ دونوں باہر نکلے تو دونوں نے اپنے دونوں کی غم فرسا حکایت بیان کی اور یہی عظمیٰ کہ اگر اباجان (مسٹر لٹل) راضی ہو جائیں تو ہم تمہارے ساتھ مقدس کلیسا کی پاک قربانگاہ کے سامنے ہمیشہ کے واسطے رشتہ مستحکم کر لیں کہ اگر ٹوٹے تو موت ہی سے ٹوٹے۔

دونوں میں عہد و پیمان تو ہو ہی گیا مگر فلک شعبہ بازار کی محبت دیکھ کر جل ہوا۔ مس بریں کے باپ نے جب سنا کہ ایک ایک نیل ہندوستان کا باشندہ ہے اُسکو یہ ازدواج پسند نہ آیا۔ اُسے ہمارا ج بیکانیر کے کان بھرے کہ یہ عیاش اور شرابی ہے۔ پرانی ہو بیٹوں کو بُری نظر سے دیکھتا ہے اسے کہیں بے باہر نکلنے نہ دیا جائے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ مہاراج بیکانیر نے اُسے قید کر دیا جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا ہے۔ ایک ایک نیل کو قید خانے کی اذیتیں جھیلنا پڑیں۔

اب ہم اپنے ناظرین کو چھوٹی چھوٹی بیاریوں کی سیر کراتے اور وہاں کی نشیب فراز یکدہ ندیوں پر قدم رکھتے ہر نو ذکر نے سے ملے ہوئے ایک نصیب میں پونچتے ہیں جہاں ایک سفالہ پوش بنگلے کے کمرے میں ایک کسں اور بالکل بھولی لڑکی خود بخود بگ ہی ہے۔

”ہاے ابھی تک میری بھی نہیں آئی۔ کہیں وہ بد نصیب بھی میرے واسطے دشمنوں کے ہاتھوں میں نہ پڑ گئی ہو۔ مجھے رہ رہ کے اُسی کا دھیان آتا ہے اُسے میرے واسطے مفت جان عذاب میں ڈال دی۔ روح القدس! میری بھولی بہن میں میری کو صحیح و سلامت لے آ۔ میں تیری بہت مشکو بہ ہو گئی۔ اے خدا کے پاک بیٹے تو میری مدد کر اور میرے شوہر ایک ایک نیل..... (میں نے) ہمارے پھر میں نے غضب کیا۔ کہیں اباجان سن لیں تو زبان ہی کھینچ لیں (میں نے)“

افسوس! افسوس! جس وقت میں نے یہ سنا کہ تم اسیرہ کے قلعہ سے نکل کر
 ویرس کے خط جنگ تک پہنچ گئے مجھ جنوں نے تمہیں یاد دلا کر لیا ہو اگر میری
 جاسوس سمجھ کر بہت جلد قتل کیے جاؤ گے۔ پیارے دلبر! اسوقت کا حال کیا
 کون پیروں سے زمین کھسک گئی۔ آنکھوں کے تلے اندھیری چھا گئی اور وہ
 خوفناک صورتیں نظر کے سامنے بھرنے لگیں جنہیں دیکھ کر میرا معصوم دل اور بھی
 سہما جاتا ہو۔ میں نے سمجھ لیا اب اپنی زندگی کے ایام بھی ختم ہو گئے اگر میرے
 پاس میری موت تو آپ اپنے مرے سے پہلے میری موت کی دردناک کیفیت سن لیتے
 ماشاء اللہ میری کس جیوٹ کی عورت ہوا اسے صبر و تسکین دینے والے الفاظ نے
 مجھے بچا لیا۔ وہ مجھ سے وعدہ کر گئی ہے خدا جہاں کا مسٹر ایک میاں سے جلد
 ملنے آئیں گے۔ (کچھ دم لے کر) ہاں کس سے باتیں کر رہی ہوں کیا باگل ہو گئی ہوں
 دلوانی سڑن سودا رن کی طرح کیوں بڑبڑ کر رہی ہوں۔ ہاں۔ کیا میری بڑبڑ بھی
 سنگمر کے ہاتھ ٹوٹے کیا وہ بچا رہی بھی میری کے ساتھ قتل کر دی گئی اگر زندہ ہوئی
 اب تلک پلٹ آئی اور اس سے مسٹر ایک کا حال معلوم ہو جاتا۔ خدا جہاں
 کیونکر کبھی کیفیت معلوم ہو۔ میری اس طرح کی موت تو اور بھی میرے ہوش
 اڑا نئے دیتی ہے۔ محبت کا بڑا ہو مسٹر ایک اور میری کی نسبت اس وقت
 جو خیال آتے ہیں برے ہی آتے ہیں۔ جنکا ذہن میں آنا ہی کافی بلا سا معلوم
 ہوتا ہے (کاف کر) خدا کرے مسٹر ایک سلامت ہوں تمہاری جان سے
 دور جو آفت آنے والی ہو اس بد نصیب کی جان پر آ جائے اور تو ہر بلا سے
 محفوظ رہے۔ آہ کلیجہ منہ کو آیا جاتا ہے۔ دل کی الجھن بیتاب کیے دیتی ہے
 اسے ہوا کچھ غم نصیب کی کہانی مسٹر ایک کے کان تک پہنچا دے۔ ہاں کبھی
 جان پرین گئی اور میں زندہ ہوں۔ (ٹھنڈی سانس لے کر) میری بھی میرے
 ہاتھ سے گئی۔ بس اے روح اب تو مجھ سے کنارہ کر میرے پاس تیرا کام
 نہیں۔ اے جلتی ہوئی ہوا کچھ میری سانس کی قسم کچھ خبر تو میرے باؤفا دلبر کی
 مجھ بتا دے۔ ہاں مجھ سے یہ صدمہ اٹھا یا نہیں جاتا۔
 ہاں میرا کیا حال ہوا جاتا ہے دل بیٹھا جاتا ہے۔ طبیعت سنسنائی جاتی ہے

اے سنبھلنے دے ذرا۔ اے ناامیدی کیا قیامت ہے۔ یہ جیتے ہی جھے بیٹھے
 طور پر اس کے ہاتھ تھلے۔ پاؤں ڈنگ لگائے اور یہ بیہوش ہو کے زمین پر گر پڑی۔

باب چھٹا

ماہ اگست کے بہار میں دن تھے۔ صبح کا خوشگوار وقت۔ چراگاہ میں سرسبز و
 شاداب ہو رہی تھیں۔ آسمان ابر آلود تھا۔ ہم اپنے ناظرین کرام کو ساتھ لیے
 ہوئے قدرتی مناظر کی دلاویزیوں سے متاثر ہو رہے تھے ایک وضع میں ہو چکے تھے
 جسطرف نگاہ اٹھتی ہی معلوم ہوتا ہو قدرت نے بڑی دریاہوں سے اپنے خزانوں
 کے منہ کھول دیے ہیں۔ موضع کا نام سری ہے۔ یہاں کی چھوٹی ٹیلوں میں ایک
 بڑی چھوٹی کے اندر کوئی نوجوان پوشاک پہن رہا ہے۔ ٹوٹا ہوا میز پر آئینہ
 بھی رکھا ہوا ہے۔ کبھی کبھی نکٹائی اور کالری زیبائش کو اس میں دیکھ لیتا ہے۔ پاس
 ہی کسی دوسری چھوٹی میں کھڑا ہنسنار ہا ہے جس کی آواز میرے نوجوان بول
 اٹھتا ہے۔ کھڑی ہوئی ہم چلتے ہیں۔ دس گیارہ برس کا ایک لڑکا ہاتھ
 لیے کھڑا ہے اور کشت پر ایک خوبصورت لیڈی اسے دیکھ کر مسکراتا ہے
 کہتی جاتی ہے۔ بے طرح بول کھرا ہوا ہے۔ کہیں برس نہ پڑے۔ لیکن خوش
 دلا وراپنے ٹٹھاٹھاٹ باٹ میں کچھ ایسا اچھا ہوا ہے۔ کسی کی بات ہی نہیں سنتا
 کبھی کبھی چھوٹی کے دروازے میں سر ڈاکر اس غرض سے دیکھ لیتا ہے کہ
 کہیں ترشح تو نہیں ہونے لگا۔ تاہم وسیع میدان کی تیز ہوائیں
 اسے یقین دلا دیتی ہیں کہ بہت جلد آسمانی سطح صاف ہوا چاہتی ہو اور
 بلبلوں کا خطرہ جاتا رہے گا۔

نوجوان نے رفتہ رفتہ کلی پوشاک ڈانٹ لی۔ لٹکے نے جا کی پانی میں
 رکھ دی۔ چارویں نوجوان نے آئینہ میں منہ دیکھا اور مسکرا کر کہنے لگا سر
 اب تو کوئی بات باقی نہیں رہی اس دلربا لیڈی کو سینے سے لگا کر اس
 گلابی رخساروں کا بوسہ لیا۔ ماموش لیڈی نے بھی شوق سے باہن گلے میں

ٹو الدین - دفعۃً بادل کی گرج اور بجلی کی کڑک سے تمام چھوٹی بڑی ہلکی اس
ہوش رہا منتظر سے دونوں کے دل سہم گئے۔

دیر تک دونوں بادل کی کڑک اور تند ہوا کے لکڑ توڑ چھوٹوں سے متاثر
ہو کر خوشی کے عالم میں کھڑے ہوئے ایک دوسرے کا منتظر رہے۔ آخر
وہ ماہوش جسکا نام فلورنس تھا محبت کے جوش میں نوجوان کا ہاتھ تھام کر بولی۔
فلورنس - پیاری میری! اسوقت تو تم کیجے میں رکھنے اور چھاتی سے لگانے
کے قابل ہو۔

اماں - ناظرین کرام! آپ نے بچا نا بھی یہ نیڈی وہی میری ہے جو سطر ایلیکٹ
بتلائے گئی تھی۔ اسوقت تو اسکی زندگی میں نیا عنصر پیدا ہو گیا ہے وہ ایک
ضخیم دوشیہ نہیں معلوم تھی بلکہ اٹھارہ برس کا نوجوان بچہ نظر آ رہا ہے۔ غلام
کی طرح اسکی آنکھیں ہیں اور ماہ جون کے شگفتہ گلاب کی طرح اس کے
خسارے ہیں۔

میری - (سہنسک) کیوں بہن؟ اب تو کوئی بات باقی نہیں رہی۔

فلورنس - نہیں آپ تو ماشاء اللہ پورے سار جٹ معلوم ہوتے ہیں۔

میری - غانا مجھے مہاراجہ بیکانیر سے ملنے میں آسانی ہوگی۔

فلورنس - بیشک! امر دانہ دار جاؤ اور جو چاہے بیباکی کے ساتھ کلام کرو۔

میری - اگر میں اپنی اصلی صورت سے جاتی تو.....

فلورنس - ممکن نہ تھا کہ مہاراجہ صاحب بدگمان نہو جاتے۔ اسوقت تو سپاہی
بن گئی ہو۔

میری - بہن! یہ بناوٹی صورت اسوقت بھلی معلوم ہوگی جسوقت میری پیاری

سبس ہریس کی تمناؤں اور آرزوؤں کی کوئی سبیل نکل آئے۔

فلورنس - روح القدس کی عنایت سے کامیابی ہی ہوگی لیکن میری اپنی تو

بتاؤ تمہارا ارادہ کیا ہے۔ کیا مہاراج بیکانیر کے قید خانے سے انھیں نجات
دلا سکوگی۔

میری - نہیں وہیں سے تو آ رہی ہوں مہاراج صاحب وہاں ہیں نہیں۔

فلورنس - پھر کس طرف جانے کا قصد ہے۔

میری - ایسے قلعہ تک جاؤں گی۔ اگر خدا کا مہربان کرے۔ شاید میری اس دوڑ دھوپ اور کوشش سے اُس پیارے کی جان بچ جائے۔
فلورنس - ایسا نقطہ منہ سے نہ نکالو۔ دھری جاؤ گی۔ یوں کہا کرو مین جاؤنگا تم غور نہ بنیں ہو۔ پورے سار جنٹ ہو۔

میری - (زیر لب منہ پر اچھا لہو) تمہارے ہی کہنے کے مطابق عمل کروں گا۔
فلورنس - ہاں - ہاں - جب تم ہر طرح سے مرد بکے کو زنانے لب و لہجہ سے کیا دیر لگتی ہے۔

میری - ہاں مین سمجھلا رہوں گا۔ کون جانے ہمارا صاحب کس فریب پیش ہوئے ہی پھر جاؤں اور وہ میری بناؤی صورت کو تار لین۔ اور پھر میری کسی بات کا اعتبار نہ کریں۔

فلورنس - لامحالہ خیر معلوم ہو گیا تم اپنا کام خوبی کے ساتھ انجام دے سکو گی۔ مگر اس وقت جانا ٹھیک نہیں۔ کالی کالی اٹھائیں بے طرح اُٹھو گی جلی ہی آتی ہیں۔

میری - (آسمان پر نظر ڈال کر) بلا سے مین اپنا قصد فسخ کرنے والی نہیں۔
فلورنس - پھر تم نے زنانے لہجے میں گفتگو کی۔

میری - تو بھول گئی۔
فلورنس - ہاں ایک بات اور مین لو چلتے وقت اگر ہو سکے تو مجھ سے مل لینا شاید.....

میری - (قطع کلام کر کے) کیوں کیا تمہارا ارادہ بھی ہتیار لگا کے مسٹر ایک تک پہنچنے کا ہے۔

فلورنس - چلنے مین تو کوئی مہر نہ تھا۔ لیکن المین بغیر میری رہ نہیں سکتا۔ میرے کہنی عرض یہ تھی جب تم ادھر سے ہوتی جاؤ گی تو معلوم ہو جائیگا تمہاری خست رائیگان نہیں ہوئی طبیعت کا نقش جاتا رہے گا۔ اور پھر اطمینان ہو جائیگا۔
میری - اس بات سے بے فکر رہو۔ جو خبر ہو گی دیتی رہوں گی۔

یہ باتیں ہو ہی رہی تھیں اتنے میں گھوڑے کی باگ لیے دوسری جھوڑی سے
ایلیں نکلا۔ میری بولی۔

گو میں! اب تو میں جاتی ہوں تم اتنا کام کرنا میرا شکل بدل کر مہاراجہ صاحب کے
کیسب تک جانے کا حال کسی پر افشا نہ ہونے دینا۔ تم جانتی ہو وقت بہت نہیں
ہے کسی کا اعتبار نہیں۔

یہ کہہ کے دروازے سے سر نکال کر دیکھا۔ گھٹا اُمڈی ہوئی تھی۔ کچھ بوندیا
بھی بڑھ رہی تھیں۔ ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا بھی کچھ تیزی کے ساتھ چل رہی تھی۔ میری
لے کچھ خیال نہ کیا۔ گھوڑے پر سوار ہو گئی اور میری کی حد سے نکل کر اس عام
راستے پر ہوئی جہاں گھنے درختوں کے سائے میں ایک تنگ راستہ غنی
تھا۔ چڑیاں اپنے معمولی کے مطابق چھپا رہی تھیں۔ باہر گت کے غنچہ
گل ہر طرف اپنی بہار دکھلا رہے تھے۔ درختوں کی ہریالی ایک نظر فریب سنان
پیش کر رہی تھی۔ اس گھنے جنگل کو طے کر کے وہ ایک کھلے جنگل میں پہنچی۔ کچھ
عرصے کے بعد ایک نوا باد قصبہ نظر آیا۔ یہاں کو سون تک چوبی مکانات کا سلسلہ
تھا اور ہر طرف آدمیوں کی بول چال۔ گھوڑوں کی سنسنہارٹ اور گاڑیوں کی
کھڑکھڑاہٹ سننے میں آتی تھی۔ ان میں سے ہر ایک جھوڑی اسو سو فیٹ کے
طول میں تھا اور اسکے آس پاس کھلے بوے میدان میں سبزی لگانے کی کمی تھی۔
میری قدرت کی گلکاریوں کا مشاہدہ کر رہی تھی اور آنکھ بھڑک بھڑک کر دیکھ
رہی تھی کوئی اچھی جگہ نظر آجائے لیکن اُسے بجز جھوڑوں اور تنوار درختوں
کے کوئی عالیشان عمارت نگاہ نہ پڑی۔ وہ آہستہ آہستہ گھوڑے کی
باگ ڈھیلی کیے جا رہی تھی اور اسی طرح میل بھر کا فاصلہ طے کیا ہو گا کہ اسے
ایک وسیع میدان میں چار جھوڑیاں دکھائی دیں۔ میری نے رہواری باگ
ان جھوڑیوں کی جانب منتظر کر دی۔ یکایک وہ ایک شخص کو دیکھ کر جھٹک
گئی۔ میری کو دیکھ کر وہ شخص کھڑا ہو گیا۔ آواز دی یہاں آؤ۔ تم کیا چاہتے ہو؟
میری اپنے رہواری کو بڑھاتی ہوئی پاس پہنچ گئی اور ضابطہ کے مطابق
سلام کیا۔

پھر کھڑے سے اوتر بڑی اور باک ایک درخت سے اٹکا کر اس شخص کے پاس
آئی۔ غیر حرم شخص بولا۔
شخص۔ آندھی پانی کے طوفان میں جبکہ ندی نالے چڑھاؤ میں تم نے کہا تھا
ارادہ کیا۔

میری۔ کسی ضرورت سے ایسہ جانے کا قصد ہے۔
شخص۔ یہ تو پہلے ہی سمجھ گیا تھا کہ کسی خاص ضرورت سے اس طوفان میں گھر
باز قدم نکالا گیا ہے۔ اس وردی سے ظاہر ہوتا ہے کہ تم مہاراجہ سیکانیر کی فوج میں
ملازم ہو۔

میری۔ واقعی آپ زبانہ دیدہ اور تجربہ کار انسان ہیں۔ آپ کا مکان صحیح ہے۔
میں مہاراجہ صاحب کا ایک افسر ملازم ہوں۔

شخص۔ آپ کا نام کیا ہے؟ اور آپ کا وطن شاید ہندوستان ہے۔

میری۔ (خفہ کے ساتھ) ہاں میرا نام برنارڈ ہے۔ اس جنگ میں آٹا بالکل
فقیر طریقے سے زمین ہوا۔ ہم اپنے بادشاہ کی دعوت پر آئے اور اپنے
بادشاہ کے لیے اپنے فرائض متعلقہ انجام دینا چاہتے ہیں۔ ہمارے روبرو ایک
شاندار اور اہم کام ہے اور اس کا انجام دینا ہر طرح ہمارا فرض ہے۔
شخص۔ مہاراجہ کے بیان ملازمت کو کتنا غصہ ہوا۔

برنارڈ۔ کوئی ڈیڑھ سال ہوا ہوگا۔
شخص۔ (ایک بڑھے کی طرف ادھکی سے اشارہ کر کے) انکو جانتے ہو کون
شخص ہیں۔

برنارڈ۔ میں کیا جانوں کون ہیں؟
شخص۔ انکو نہیں جانتے اس علاقہ میں یہی تو نامی شخص ہیں۔ کبھی کبھی
میرے پاس آ جاتے ہیں۔ مجھ پر بہت بڑی عنایت کرتے ہیں نام نہانی
مسٹر لٹن ہے

برنارڈ نے فوجی طریقے سے سلام کیا۔ اور کہا۔
بہت بڑی خوش قسمتی تھی جو آپ نے نیاز حاصل ہو گیا۔

شخص تھا راول چاہے اس باغ میں جا کر کچھ ٹھنکھا لو یہ باغ مسرٹن کی ملکیت ہے۔

برنارڈ - کیا مضائقہ ہے۔ مگر اس وقت تو ضروری کام درپیش آجائے سے مجبور ہوں۔ اس پر سے چلتے وقت آپ کی دعوت قبول کروں گا۔

مسرٹن - مسرٹن راول آپ کے چہرے کی ماحوت اور خوبصورتی دیکھ کر دل عشق میں گر رہا ہے۔ کیا خوب زیبائی در عنائی پائی ہو۔ اگر چند منٹ کے لیے میرے پیادہ باغ تک چلے جاؤ بہت مناسب ہو۔

شخص - یہ بیچارے بہت ہی شریف آدمی ہیں۔ کوئی مسافر بیان سے خالی نہیں جاتے۔ میری والدہ مست میں اس کے ساتھ جا کر گرم گرم چائے پی لو۔

برنارڈ - آپ کی اس معان نوازی کا مشکور ہوں۔ دیر ہو جانے کا احتمال ہے اور آپ سمجھ سکتے ہیں لمبا سفر ہی موسم بھی بہت ہی خراب ہو رہا ہے۔

دفعۃً رعد کی گرج اور برق کی چمکتی آنکھیں چونکھیا گئیں۔ سکوت کا عالم طاری ہو گیا کچھ دیر بعد مسرٹن نے زبان کھولی۔

لٹن - موسم کی پروا مت کرو۔ اگر کھڑا چلنے سے مجبور ہو تو یہاں سے دوسرا گھوڑا لے لو۔

مسرٹن جوزف - لٹن کا باپ اگرچہ ابتدائیں ایک پارسیہ باپ تھا لیکن لٹن جلد ترقی کر کے ایک کارخانہ دار بن گیا اور اب وہ ایک بہت بڑا دولت مند کہا جاسکتا ہے۔ عمارت باغ اور کئی کارخانوں کا مالک ہے۔ مگر اولاد کوئی نہیں۔ وہ اس فکر میں گھلا جاتا ہے کہ اتنی بڑی جائیداد کا کون مالک ہو گا۔

ہمارے مسرٹن راول کو اس شریف النفس انسان کا حکم ماننا ہی پڑا۔ گو ترشح ہو رہا تھا مگر یہ نہ کہے یہ سب اوجھ کھڑے ہوئے اور بل غ کی جانب جاتی ہو دھکائی دے ہو خاص لٹن کی جدت کا منہ نہ تھا۔

حقیقت میں مسرٹن دن رات اس فکر میں گھلے جاتے تھے۔ ہائے اتنی بڑی جائیداد کا کون مالک ہو گا بعد میرے کون اتنا بڑا کارخانہ چلائیگا۔ کل دولت و ثروت گو رنٹ فرانس ضبط کرے گی نتیجہ کچھ نہ نکلیگا۔ مسرٹن صاحب اولاد نہ تھے اور نہ کوئی

رضہ دار قوی ہی تھی ایسا نہ تھا جس کے لڑکے کے نام اتنی بڑی جائیداد لکھ دیتے لیکن
مسٹر لٹن کی حالت غیر فیصلہ کن تھی۔ اسے برنارڈ کی اس ملاقات سے بڑی مسرت حاصل
ہوئی کیونکہ یہ خوبصورت آدمی تھا اسکا رنگ صاف اور بال سنہرے تھے اسکی باتوں سے
ظاہر ہوتا تھا وہ حرفتی درسگاہوں میں تعلیم بھی پا چکا ہے۔ نہایت ذہین اور ہوشیار لڑکا کہ
اسوقت سے وہ اسے چاہنے لگا۔ اسنے دل میں فیصلہ کر لیا کہ برنارڈ کو بہتر کوئی لڑکا
دنیا میں نہیں ہے۔

مسٹر لٹن کی تجربہ کار آنکھ نے اس برگزیدہ نوجوان کا انتخاب کر لیا اور وہ اسے
اپنے مکان لے جانا چاہتے ہیں۔ لیکن مسٹر لٹن کی عجیال اور پاکیزہ عورت بھی اسکا
بھی سن زیادہ آچکا تھا۔ وہ بھی اس فکر میں تھی کوئی لڑکے کو ہزار روکا بعد ہمارے اس
اس جائیداد کا مالک ہو اور شہر کا نام اچھالے۔

بھلا جس چیز کو مسٹر لٹن نے پسند لیا ہوا ہے مسٹر لٹن کیونکر پسند نہ کر تین۔ برنارڈ بھی بالکل
نیک تھا اسکی فطرت نیک تھی وہ صداقت کے ساتھ ہمیشہ اپنی عزت و شرافت پر قائم رہتا تھا
اور سوشل حیثیت سے نمایاں ترقی کرنے والا تھا اس میں وہ ادراکی قوتیں موجود تھیں جو
مسٹر لٹن اور مسٹر لٹن دونوں پسند کرتے تھے ایسے سڑنے بڑے تباہ سے ہاتھ ملا یا۔
پیار اور محبت کے ساتھ کھانے کو پوچھا کچھ دیر بعد مسٹر خوان پر پیچھا کر مسٹر لٹن مسٹر لٹن
اور مسٹر برنارڈ کھانا تناول کرنے لگے۔ برنارڈ مسٹر لٹن کے بہتاتوں سے بہت خوش ہوا مسٹر
لٹن اور ایسے سڑ کی محبت اس کے دل میں نقش ہو گئی۔
پانی کا برسنابند ہو گیا تھا مگر حوائی کے ساتھ چل رہی تھی۔ برنارڈ آسمان پر نظر
ڈال کر کہلا۔

”اب تو بانی بند ہو گیا۔ موقع اچھا ہے۔ اجازت ہو تو کل جاؤں“

لٹن صاحب نے اذرا دیر اور دم لے لے۔

برنارڈ۔ دم لیلون مگر تجھے ایک ایسا کام درمیش ہے۔ بھٹرنے میں تباحث ہوگی۔
ایسے۔ (باد لون کو دیکھ کر) حاجی ابراہیم کیا ہے۔ یقیناً ہی اب نہ رہے۔
برنارڈ۔ اسی خیال سے عرض کرتا ہوں حضور مجھے رخصت کو سن چلے غلط
جلتے اسبرہ تک پہنچ جانا چاہیے۔

لٹن۔ کو تو میں بھی تھاے ہمراہ چلون۔ یہ راستہ بہت طیرھا اور بھیانک ہوا سپر
آندھی پانی نے اور خطر کر رکھا ہے۔

برنارڈ۔ کوئی اندیشے کی بات نہیں ہے۔ راستہ دیکھا ہوا ہے۔ میرا کام ہی یہی ہو
آپ میرے ساتھ اس موسم میں جبکہ سب راستے۔ کچھ پانی سے لت پت ہیں چلنے کی
مکلفیت نہ کریں۔ ہاں میں وہاں ہی کے وقت پھر نیا حاصل کروں گا۔ سوقت آپ کے ارشاد کو
ہر طور علی جامہ پنا سکونگا۔

الیس۔ تو صاحبزادے ضرور جاؤ گے۔
برنارڈ۔ ہاں محترمہ! ہمارا صاحب کے حکم سے مجبور ہوں۔
الیس۔ اچھا اقرار کرو وہاں ہی کے وقت یہاں ضرور آؤ گے۔
برنارڈ۔ مادر مہربان ضرور قدم ہی حاصل کروں گا۔

الیس۔ صاحبزادے! بھولنا نہیں سمجھ لو ہماری آنکھوں کے تارے ہو۔
یہ کہہ کے اپنے ہاتھ سے قیمتی انگلیوں پر اشارہ کر لہو جوان برنارڈ کے انگلی میں پھنسا دی اور
ساتھ ہی یہ بھی کہہ دیا اپنی بڑھی مان کی نشانی کھونا نہیں۔

اس گفتگو نے برنارڈ کو بہت تعجب کیا لیکن اتنی موثر نہ تھی کہ برنارڈ کو اس کے ارادے
سے ہٹا دیتی۔ جس وقت برنارڈ اپنے راہوار پر سوار ہوا۔ الیس کی آنکھیں تر
ہو گئیں۔ مسٹر لٹن نے بھی اس کے مقصد کی کامیابی کی دعائیں دین۔ گھوڑے نے قدم بڑھایا
اور یہ دونوں حسرت و اضطراب کے عالم میں کلیجہ تھام کر رہ گئے۔ برنارڈ وہاں ہی کا وعدہ
کر کے اس کچی سڑک پر ہولیا جو کچھ دور چل کر ایک بھیانک پلڈنڈی سے ٹکراتم ہو گئی تھی۔

باب ساتواں

لاش

جنرل فلنٹ کے فوجی دستے اسیرہ کے کچھ حصوں کو تباہ و برباد کر ڈھوڑ برن فورڈ
کے قلعہ سے ۳۲ میل اور ڈیڑے ڈانے پڑے ہیں۔ لیکن ہمارا جیک یا یہ بھاری
سے اس قلعہ کے پکاؤ میں لگے ہوئے تھے۔ حقیقت میں وہ اعلیٰ درجہ کے سپاہی

ہین اور بہادر بھی ہین وہ جس کام کو کرتے ہین دلیری سے انجام دے لے جاتے ہین
 کبھی مہمنہ پر تھے تو کبھی میسرہ بر طلب و جناح مین و سیار کی ہر وقت خبر کھتے ہین -
 دشمن کے بڑا لہ حملوں کا انھین مطلق پاک ہین۔ اور قلعوں کے بجائے ان کو یہ قلعہ
 بہت ہی پسند ہے وہ اسکی مضبوطی و خوبصورتی اور بناوٹ کو قدر کی نگاہوں سے دیکھتے
 ہین حقیقت مین یہ سلطانی قلعہ ایک پہاڑی پر بنا ہوا تھا۔ اس کے اطراف مین
 عمیق خندقین پانی سے لبریز تھین۔ مشرقی اور مغربی سمتوں پر اونچی اونچی پہاڑی تھین
 تھین چہر ایک دل جلے انسان کا سفر کرنا دشوار ہو جاتا تھا۔ شمال جنوب کے
 گوشے پر قلعہ کی دیوار مین ایک ایسے مضبوط ٹیلے پر قائم کی گئی تھین جنکی سیدھی چڑھائی
 نصف میل سے کم نہ تھی۔ نصف میل کی چڑھائی کی بلندی پر چالیس فٹ تک سیاہ
 پتھر کا ایک ٹیلہ ہے جسکی بلند دیوار پر موقع موقع سے کئی برج ہین اور اس پر دنی
 چار دیواری کے اندر ایک مضبوط قلعہ ہے۔ اندر سے قلعہ کا احاطہ دو میل سے
 زیادہ وسیع ہے۔ اگر قلعے کی بالائی دیوار پر کھڑے ہو کر صاف موسم مین پورب
 طرف نگاہ ڈالیے تو خوبصورت کالکالی پہاڑیاں سیکڑوں میل تک مسلسل وار
 جلی گئی نظر آئینگی۔ شمالی سمت پر بہت بڑا کشادہ میدان ہے۔ جس کے اگلے حصہ
 مین دیہریں کی ٹھنی بستی دکھائی دیتی ہے۔ جنوب و مغرب کی سمتوں پر جہانک نظر
 کام کر سکتی ہے پہاڑی پہاڑ نظر آتے ہین۔ یہاں تک کہ آسمان کا نیلگون رنگ
 پہاڑیوں کی ہری بھری چوٹیوں سے ملکر ایک ایسا تعجب خیز سین پیدا کر دیتی ہے
 کہ دیکھنے والا ہر دن اس دلکش منظر کو دیکھا کرتا ہے۔

قلعہ کے اندر بار برداری کے موٹر دن مین اشیاء خوردنی اور سامان حرب
 بھرا ہوا ہے۔ صد ہا زخمیوں کے اٹھائے کی موٹر مین جنہر صلیب احمر کے نشانات
 ہین جا بجا بکھری ہوئی ہین۔

اس وقت مہاراجہ بیکانیر سلطانی قلعہ مین بیٹھے ہوئے اپنے بہادر دن سے
 جنگ کا تذکرہ کر رہے ہین۔ یکایک ان کے کالوں مین کسی کے چہنچہ کر دینے
 کی آواز آئی۔ کمرے کا دروازہ کھلا اور پھر بند ہو گیا۔ کچھ دیر بعد ایک ہندوستانی
 خود بارادکے ساتھ سامنے آتا ہوا دکھائی دیا۔

ہمارا راجہ بیکانیر۔ کیوں کیا ہے؟

چو بدار۔ شرمیان اغضب ہو گیا۔

ہمارا راجہ۔ (چو بدار کو غور سے دیکھ کر) کیا ہوا ہے۔

چو بدار۔ جرنل بلونٹ کی لاش آئی ہے۔ میم صاحبہ ڈاڑھین مار مار کر رو رہی ہیں

ہمارا راجہ۔ بہن۔ لاش۔ اور پھر جرنل بلونٹ کی۔

چو بدار۔ خداوند۔

ہمارا راجہ صاحب طلش کھا کے اٹھ کھڑے ہوئے۔ چو بدار کو ہمراہ لیے ہوئے اس

لاش کے پاس آئے جسکو قتل کرنے سے آدمی گھبرے کھڑے تھے۔ لاش کے بالوں

پر ایک میم رو رہی ہے جسکی جوانی کی دوپہر ڈھل چکی ہے۔

ہمارا راجہ۔ کچھ معلوم ہوا یہ کس کا کام ہے۔

ایک شخص (نام کرنل لاسٹر تھا) سنا ہے جرنل بلونٹ دیرس کے میدانوں میں سٹر

ایلیک میک نیل کی تلاش کر رہے تھے۔ جرنل فیج کے کسی سپاہی کو معلوم ہوا کہ یہ شخص

کوئی بھلائی جاسوس ہے۔ پہلے تو جرمون نے دوچار سوال کیے اور پھر کسی سنگدل

جرمن کی گولی نے انھیں ہلاک ہی کر کے چھوڑا۔ سنئے بہن انھوں نے بھی بڑی

دیری سے جان دی مرتے مرتے ان کی تلوار نے بھی دوچار جرمون کی جان

لے لی۔

ہمارا راجہ۔ یہ کیسے معلوم ہوا کہ جرنل کے سپاہیوں نے انھیں ہلاک کیا۔

لاسٹر۔ دم رحلت جرنل بلونٹ نے یہ قصہ بیان کر دیا تھا۔

ہمارا راجہ۔ کیا تم سے کہا تھا؟

لاسٹر۔ نہیں۔ جتنے شخص لاش کے آس پاس کھڑے تھے سبھوں نے یہ الفاظ

سنے ہو گئے۔

ہمارا راجہ۔ تو جرنل بلونٹ قتل ہو گئے۔ افسوس!

سوچو جس ادا اس اور چپ کھڑے تھے۔ ہمارا راجہ صاحب کی آنکھیں طلش سے

خون آلود ہو رہی تھیں۔ اپنے ریلوے کو دیکھ کر دانت پیستے تھے اور زخمی لاش خاک

و خون میں لت پت کچہرے دیکھ دیتی تھی اور قتل جرنل بلونٹ کی بیوی کے

شور و غوغا سے آتش حرارت مشتعل ہوتا جاتی تھی۔ اپنے خزانچی سے فرمایا۔
 ”آج سے مقبول کی بیوہ کو ہمارے خزانہ سے نیشن ملا کرے گی جو اس کی زندگی میں
 ملا کرتی تھی۔ اور جب اس کا بچہ جو ان ہو کر کسی لائق ہو جائے گا ہمارے رسالے میں
 بھرتی کر لیا جائیگا۔“

رحیم اور خدائیس ہمارا راجہ صاحب یہ حکم دیکر غصے کو ضبط کرتے ہوئے نشست گاہ
 میں آئے ابھی غصہ فرو نہیں ہوا تھا کہ کمرے کا پردہ اٹھا اور چوہدری نے آکر دست بستہ
 عرض کیا۔

پیر و مرشد! ایک نوجوان شخص حضور سے ملنا چاہتا ہے۔

ہمارا راجہ۔ اُسے باعزت ہمارے سامنے پیش کرو۔

چوہدری حکم سنتے ہی واپس ہوا اور کچھ دیر بعد ایک خوبصورت نوجوان لڑکا مارا جھ
 کے رو بہ حاضری کر لیا۔

ایک اجنبی سپاہی کو اس طرح طلب کر لینے کا سبب یہ تھا ہمارا راجہ صاحب نے
 خیال کیا تھا شاید مسٹر ایک ہی نہ ہوں۔ لیکن جب وہ نوجوان پیش ہوا تو ان کے
 اس خیال میں تبدیلی آگئی اور انھوں نے اس نوجوان سے باہمستکی ارشاد فرمایا۔
 ”کیا تمہیں میری ملاقات کے شایق تھے؟“

نوجوان۔ جی! حضور سے تخلیقیت میں کچھ عرض کیا چاہتا ہوں۔

ابھی نوجوان سے پورا جملہ ادا بھی نہ ہو سکا تھا کہ چوہدری اپنی جگہ پر چلا گیا ساتھ ہی
 ایک اور شخص جو ہمارا راجہ صاحب کی مصاحبت میں بیٹھا ہوا تھا اٹھ کھڑا ہوا۔ اور
 پردہ اٹھا کر باہر نکلیا۔

کمرہ خالی ہو گیا تھا۔ ہمارا راجہ صاحب نے نوجوان سے استفسار فرمایا۔

”تھارا نام کیا ہے۔ ہا کس کے بیٹے ہو؟“

نوجوان۔ جناب عالی! مسٹر لٹن کا میٹا رابرٹ برنارڈ پائے بوسی کے لیے
 حاضر ہوا ہے۔

ہمارا راجہ۔ کس لیے آئے۔

برنارڈ۔ غلام مسٹر ایک کا کچھ پیام گوش گزار کیا چاہتا ہے۔

مہاراجہ - (متحیر ہو کر) مسٹر ملک کا پیام -

برنارڈ - پیر مرشد اودہ جرمون کی قید میں ہیں - جلد قتل کر دیے جائیں گے -

مہاراجہ - کیوں - ۹

برنارڈ - مجھے تو صحت اسی قدر معلوم ہے کہ انھوں نے جنرل فلنٹ (جرمن ٹائپن کا انفر) کے بھتیجے کو قتل کیا - اسی علت میں وہ ماخوذ ہو گئے -

مہاراجہ - (غوطے میں جا کر) اور اسی وجہ سے ہوا ہے -

مہاراجہ - کیا تم بھی اُنکے ہمراہی میں تھے -

برنارڈ - جی نہیں - وہ تنہا جرمون کے مظالم کا شکار بن گئے -

مہاراجہ - اچھا - پیام کو - کیا چاہتے ہیں -

برنارڈ - عالی جاہ! کچھ ہی گھنٹوں کے مہمان ہیں - عرض کیا ہو اگر خانہ زاد کی جاہلی

لمحظ ہو تو دھاوا بول دیا جائے - ویسے کے میدانوں میں جرمن ٹائپن صفت آرا ہو چکی

ہے - مگر جنرل فلنٹ کچھ دستوں کو ساتھ لے حضور کے قلعہ کے ۲۰ میل اودھ فرود کش ہو -

مہاراجہ - لیکن وہ خود ہی ہمارا قیدی ہے ہم کو اسے کرنل بنایا - گروہ بے حیا

مسٹر ملک کی دفتر میں سے آئے لڑا بٹھا - ہمارے داب کا کچھ خیال نہ کیا -

برنارڈ - حضور کا فرمانا درست ہے تاہم وہ جان نثار تاج ہے اور ملک کا

سچا ہی خواہ -

مہاراجہ - ہاں ایہ تو ہم بھی سمجھتے ہیں وہ شیداے تلج برطانیہ ہے ہندوستانی

خون اُسکی رگوں میں ہے - لیکن مسٹر ملک کو معاملہ نے اسکی ساری وفاداری پر خاک

ڈال دی - کسی ایسے بیکار شخص کا ساتھ ہم کبھی نہیں دیکھ سکتے جو اس طرح غیر ملک میں پڑی

ہو بیٹھوں پر نظر ڈالتا پھرے -

برنارڈ - اعلیٰ حضرت نے جو کچھ بے اعتدالیان سماعت فرمائی ہیں اون میں

بہت کچھ غلط بیانی سے کام لیا گیا ہے - بیسیوں باتوں کا حاشیہ ایسا چڑھا یا گیا ہے جھٹس

شکر اینک شریف النفس انسان کا خون ضرور تاؤ کھا جائیگا -

ہمارا راجہ - کیا تھیں کل حقیقت معلوم ہے - بیان تو کرو۔
 برنارڈ - میری زبان ہی نہیں اسکی سیکنا ہی کا ثبوت دے سکے بلکہ سٹرلر کی فخر
 مس پریس کا بیان بھی اس قابل ہوگا کہ وہ اس بہتان باندھے ہوئے گناہ سے سبکدوش
 کیا جائے۔ پیر مرد شدہ بہت ہی نیک لڑکی ہو بھی چھوٹ نہ بولے گی۔ اور جب حضور کی
 قدر افزائی نے ایک ادنیٰ غلام کو معمولی سپاہی سے کرنل بنا دیا تو اسکا لحاظ بھی ہونا چاہیو۔
 ہمارا راجہ - تم اس امر کا ذمہ لیتے ہو ایک میک فیل قصوروار زمین ہو۔
 برنارڈ - بیشک اسکی نیک طبیعت کا ضرور ضامن ہوتا ہوں۔ وہ بد نفس نہیں ہو
 اور نہ اس سے آج تک کبھی ایسے جرائم سرزد ہوئے۔ مگر یہ ضرور عرض کرونگا مس پریس
 سٹرلر ایک مین سچی محبت ہو اور اسی محبت ہی کی وجہ سے پچارے کو قید کی سختیاں اٹھانا
 پڑی ہیں۔

ہمارا راجہ - خیر دیکھا جائیگا۔
 برنارڈ - لیکن اسوقت تو اس وفادار کی جان
 ہمارا راجہ - کوئی نہ کوئی انتظام کیا ہی جائیگا۔ کیا تم ہمارے ساتھ چل سکتے ہو۔
 برنارڈ - قصد تو یہی ہو کہ آپ کے ہمراہ رہ کر وہ مقام دکھا دوں جو اس شیدائے دین
 اور جان نثار تاج برطانیہ کی بد قسمتی کا آنحاج گا ہے۔
 ہمارا راجہ - خیر چلنے کا انتظام کرو۔ لیکن یہ نہ کہنا مجھے قریب نگاہ مین زبردستی لیے
 جاتے ہیں۔

برنارڈ - حضور! یہ کیا فرماتے ہیں مجھے ایسے مقاموں میں خود جانے کا شوق ہے۔
 ہمارا راجہ نے اپنے سارجنٹ کو بلا کر کہا۔ میرا ارادہ ہے اسی وقت دیرس کے مورچوں
 جاؤں اور جنرل فلنٹ کے کیپ مین ٹھس کر کرنل ایک کو قید سے نجات دلاؤں۔
 سناؤ جنرل فلنٹ اپنے بھتیجے کے عوض میں اسکی جان لینے پر مستعد ہے۔ تساہل کرنا
 اپنے کرنل کے حق میں بہت بُرا ہوگا۔ اسواسطے جہاں تک عجلت سے کام لیا جائیگا۔
 مناسب ہوگا۔ آج ہی شب کو جنرل فلنٹ کے سر پر ہماری تلوار چکتی ہوگی۔
 سارجنٹ - کتنے جان نثار ساتھ لے جائیگا قصد ہو۔
 ہمارا راجہ - ابھی صرت پچاس سواروں کو ساتھ لے چلنے کا ارادہ ہو۔ اور وہاں

برطانوی جرنلون اور کرنلون سے کہہ دیا اپنی فوج تیار رکھیں بگل ہوتے ہی دھاوا بول دیں۔
 ہمارا راج کی اجازت پاتے ہی ساؤنٹ اٹھا کر بارگیا اور غور سے دیر میں پچاس مسلح
 سپاہیوں کا رسالہ ہمارا راج صاحب کی کمان میں آکر مستعد ہو گیا۔ ہفت ایک نئے قسم کا جوش
 پیدا تھا۔ دونوں میں ٹھنی ہوئی تھی آج جس طور سے ممکن ہو گا کرنل الیک کو جرنلون کی قید سے
 چھڑا لین گے۔
 ہمارا راجہ بیکانیر کے آتے ہی یہ چھوٹا سا جنگی رسالہ جرنل فلنٹ کے دستوں پر گولہ باری
 کرتا ہوا روانہ ہوا۔

باب آٹھواں

”مرنے سے جان چراتے ہو“

گذشتہ شب کے واقعے کی یاد دلا کر وہ پھر اپنے کلام ناظرین کو دہن میں لے چلے ہر جہان
 مسٹر الیک مس بریس کے خیال میں ایسے ڈوبے ہن کہ انھیں معلوم ہی نہیں ہو سکتا تھا
 سامنے کون کھڑا ہے اور کیا کر رہا ہے۔ کبھی میری کی بڑھ بڑھ کر باتیں بننے کی یاد کر کے ہنس نہ تو
 مہین اور کبھی مس بریس کی یاد سینہ میں شگاف ڈال دیتی ہے سوقت انھیں اپنی جان جلے
 کا ہراس نہیں۔ باراجا بے بچھڑنے کی پروا نہیں۔ دنیا سے یکدم رخصت ہو جانے کا
 بھی رنج نہیں۔ رنج ہو تو یہ کسی طرح دم رحلت اپنی دلنواز معشوقہ مس بریس کی زیبا
 صورت دیکھ سکیں۔

مسٹر الیک انھیں باتوں کے فوض میں غوطے کھا رہا ہے دین دفعہ ان کے منتظر کاٹوں
 میں یہ آواز آئی۔

مسٹر الیک! مرنے سے جان چراتے ہو۔ اس سے قبل کے جملے مسٹر الیک کی شان
 میں استعمال ہوئے تھے انکی انھیں نطق نہیں مگر اس جملے میں خدا جانے کیا جادو
 بھرا ہوا تھا آٹھ کھول دی۔ سر اٹھا کر دیکھا جرنل فلنٹ سامنے کھڑا ہوا مسکرا رہا ہے
 اس جرمین بہادر کے بارعب چہرے نے مسٹر الیک پر کچھ اثر نہیں کیا۔ مسٹر الیک
 اور تیز تیز اس محسوس ہو جان کو متوشش نہ کر سکے بدستور اسی خیال میں سفر فرما رہا۔

میں برہمن کی یاد نے بے چین کر دیا۔ غمگین اور افسردہ چہرے پر ہر اس کی کے خطوط
 بچے ہوئے تھے۔ ہجوم غم نے اُس کے لبوں کو بند کر دیا۔ بہادر جرمین اس کی بیچینی
 پریشانی کھڑے کھڑے ملاحظہ کرتا رہا۔ چند منٹ کی خاموشی کے بعد جرنل فلنٹ نے
 بیچ ایک کو کسی حالت میں چھوڑ دیا اور خود ادھر ادھر ٹہلنے لگا۔

ابھی کوئی پچیس منٹ ہوئے ہوئے کرنل الیک ایک ایسی دلمین سوراخ ڈالنے والی
 مینیجی کہ جرنل فلنٹ بھی گھبرا گیا۔ اور فوراً ہی اس طرف کا رخ کر دیا جو طرہ پر شید کے تابع جگہ
 ماہوا آٹھا کھڑا آنسو رو رہا تھا۔

فلنٹ - روئے دھونے سے کیا ہوتا ہو۔ کیا معلوم نہیں تو کس جرم میں گرفتار کیا
 ا۔ تیری آہ و بکا بار ساعت ہو رہی ہے۔ تو نے اُس کو جو بہستی کو برباد کر دیا جو
 بے جگر کا خوشنایا ہوا تھا۔ جانتا نہیں کہ کس کا قاتل ہے۔

باب - (آستین سے آنسو پوچھ کر) جانتا کیوں نہیں اور اس سے قبل بھی
 جانتا تھا اگر اپنے دل کو کیا کروں۔

فلنٹ - تم ایسے نابکار دل کے تابع کیوں ہو جس کی وجہ سے ہر وقت جان خطر
 میں بچنی رہی۔

باب - جانتا ہوں دل نہیں تو آستین کا ساپ ہر لیکن اپنی دانست میں
 ن فعل کا مرتکب ہوا ہوں اُس میں کوئی برائی نہیں تھی۔

فلنٹ - معلوم ہوا ایسے ہی خیالات سڑی سودا یوں کے ہوتے ہیں۔

باب - آپ مجھے سڑی کیوں سمجھتے ہیں۔

فلنٹ - یہی کہ جرمین صفوں میں بیخونی سے گھسنا رہا سنہریون پر ہاتھ رکھنا کتا

باب - یہ پاگل پن ہے۔

فلنٹ - بیشک۔

باب - تو مجھ جرم کی مشیت سے گرفتار کیوں کیا گیا۔ میں تو بالکل بے جرم ہوں۔

فلنٹ - یہ تو میرا مشاہدہ ہے کہ انہیں جو سمجھتے کہ ان کے پاس کوئی خاص
 شے ہے ان کو ان کے پاس سے لے کر لے جاتا ہے۔ اس پر یہ استعار کے قابل نہیں تصور

کے ہیں۔

ایلیک - یہ بھی ایک قسم کا بہتان ہو میری آنکھوں سے ہرگز خون نہیں ٹپکتا اور نہ میں غولی سمجھا جاسکتا۔

فلنٹ - ابا! - تجھے غولی بننے میں عار ہو۔ شاید یہ کہنا چاہتا ہو میں نے کچھ کیا ہی نہیں۔

ایلیک - کیونکہ کون ایسے برا شوب وقت میں جو کچھ کیا ہو اپنا فضل داکیا ہو۔

فلنٹ - خیر تو اپنے خیال میں بے گناہ ہی کیوں نہ ثابت ہو مگر میں تجھے چھوڑ نہیں سکتا۔ تیری سزا موت ہو۔ کل صبح تک تیری زندگی اور ہو اس کے بعد سنتری کی گولی اور تیرا سینہ۔

ایلیک - ہر طرح سے آیکا حکم ماننے کو تیار ہوں۔ چاہے سنتری کی گولی جان لیے چاہے بھانسی ہستی کو براؤ کر دے۔

فلنٹ - شاید تیرے پاگل پن نے تجھے اس قدر بہادر بنا دیا ہو سر یہ موت نالچ رہی ہے اور زبان کترنی کی طرح چلی جاتی ہو۔

ایلیک - جو کچھ مناسب جائیں سمجھ لیں۔

فلنٹ - ایسے شخص کا زندہ رکھنا کسی حالت میں مناسب نہیں جو دوسروں کے خون کا پیاسا ہو۔

ایلیک - مگر میں یہ ضرور کہوں گا میرا خیال حق بجانب ہو۔

جنرل فلنٹ ایلیک کی باتیں کسی عقیق فکر سے سنتا رہا اسکے بندہ اپنی آرامگاہ میں جلد یا - کرنل ایلیک اپنے آپ کو کچھ دیکھا وہاں کچھ کرانواع و اقسام کے بدترین خیال میں الجھ گیا مس بریس کے غم میں تلخ آنسو بہ رہی ہیں۔ چہرہ بال بال اونٹولی کی طرح پھول کی طرح کھلا گیا ہو۔ سینہ بھی کی طرح سلگ رہا ہو۔ خاندان سے قطعاً اٹھ رہے ہیں

آہستہ آہستہ زبان سے یہ جملے نکلنے لگے۔

مجھے کسی بات کی پروا نہیں کسی کا خوف نہیں کاش میرے تہل کر دیتے۔ بچہ پھر اس سلوک کیا جاتا کہ جس غار کو دین و ایمان کی پیاری تصویر ہی دکھا رہا تھا۔

اُدھر مسٹر ایلیک کا یہ حال تھا اب اس غم کی پتلی مس بریس کا حال سننے۔ میری کی جانب دھڑکا لگا ہوا تھا۔ اتنے میں خبر ہوئی کہ برن فورڈ کے قتلے کے سر جھونک میں جڑواں

نے ہمارا جہ صاحب کسی افسر کو قتل کر دیا ہو اور لاش ہمارا جہ صاحب کے رو برو لائی گئی ہو
 اس بد خبر سے مس بریس کا نازک کلیجہ بالنسوں اچھلنے لگا۔ چھاتی پھٹنے لگی چیخ شکار
 سے قطرات اشک کے طریقے بہ نکلے گرم گرم آنہوں کا دھوان گلابی لبوں کو مرجھاتا ہوا
 صاف ہوا مین ملنے لگا۔ لاش کا قلعے میں آنا اور جرموں کے غدار ہاتھوں سے ہلاک
 کیا جانا غم فسیب مس بریس کے کلیجے کو اور بھی دہلائے دیتا تھا۔ وہ بھی ہونو آئی
 گئی میری کے سر بیت گئی۔ سفاک جرموں نے میری وفا دار سہیلی کو قتل کر دیا ہے۔
 یا مسیح نہ کرے مسٹر ایک کی جان پر بن گئی۔ انھین کی لاش ہمارا جہ صاحب کے
 کیمپ میں آئی ہے۔

مس بریس کی بے چینی بڑھتی ہی جاتی ہے اسوقت وہ ادھی غم کی تیلی بن گئی۔
 داغی حالت خراب ہو گئی تھی۔ وہ سوچ رہی تھی عقوبت ہی میرے کان کوئی دوسر
 خبر سننے والے ہیں۔ دل گھرا اٹھا بیٹھے بیٹھے سر میں گرائی محسوس ہوئی طبیعت اکٹا
 گئی تھی اٹھی اپنی بھولی سہیلی پلیڈیا کے پاس ہو چکی۔ عمر کے لحاظ سے دونوں ہمسن تھی
 اسلئے دونوں میں محبت و اخلاص کا مادہ بڑھا ہوا تھا جب مس بریس کا دل کوفت
 اٹھاتے اٹھاتے گھرا اٹھا وہ اس کے پاس آکر فسانہ دل بیان کر دیتی جس سے
 اس کے قلب متوحش کو کچھ تسکین ہو جاتی۔ پلیڈیا بھی اُسے سمجھا بھجا کچھ ایسی نشانی
 دیدیتی کہ وہ مطمئن ہو جاتی۔ کچھ نہ کچھ غم کا فور ہی ہو جاتے۔ اسوقت بھی وہی پرانا
 دکھ اوروہی تھی۔ بار بار اسی لاش کا تذکرہ زبان پر آجاتا تھا جس نے اس کے
 سینہ کو غر بآل کر رکھا تھا۔ اور جو کسی سفاک جرم کی گولی کا نشانہ بن کر برق فوری کے
 قلعے میں ہو چکی تھی۔

پلیڈیا۔ سنو توسی۔ تحقیق کیسے معلوم ہوا کہ انھین دونوں میں کسی کی لاش ہو۔
 بریس۔ معلوم تو نہیں ہوا۔ تاہم میرا قیام نہ بول رہا ہو ان دونوں میں کسی کی لاش
 ضرور ہو۔ تم بھی جانتی ہو دونوں خطرے میں ہیں۔

پلیڈیا۔ دل چھوٹا کرنے سے فائدہ۔ ابھی کسی معتبر شخص کی زبانی خبر نہ لگتی ہوں
 میری دانست میں ہمارا خاںساں میکس اس کام کے لیے بہت ہی موزوں ہے
 وہ برن فورڈ جائیگا اور خبر لے آئیگا۔

پلیڈیا۔ بس لگے محبت کرنے۔ میں کہتی ہوں بھینس جانا ہو گا فوراً سے پیشہ جاؤ اور
خلیہ آ کر ضرور۔

میکس۔ اچھا اچھا ابھی جاتا ہوں۔
میکس چلتا ہوا پلیڈیا نے مس بریس کو اوردی اور کہا دیکھا کیسا جیتی آدمی ہو
جب میں بگڑی تو جانے کو تیار ہو گیا۔

بریس۔ بڑا احمق ہو۔
پلیڈیا۔ بالکل احمق گنوار۔
بریس۔ تاہم حکم تو مان لیتا ہو۔
پلیڈیا۔ اس کے علاوہ جس کام میں جُٹ جانا ہو ختم کر کے چھوڑتا ہے۔

بریس۔ چلنے میں بھی آندھی ہو گا۔
پلیڈیا۔ بس یہی ایک عیب ہو شراب بہت پیتا ہو۔ ہاتھ پاؤں میں رعشہ آگیا
زیادہ چل نہیں سکتا۔

بریس۔ میری سمجھ میں نہیں آتا۔ لوگ زیادہ شراب کا استعمال کیوں کرتے ہیں
سوا کے نقصان کے فائدہ ہی کیا ہو۔

کچھ دیر تک اسی قسم کی باتیں ہوتی رہیں۔ پلیڈیا اٹھ کر الماری سے ہمارا بنا ہوا
ہوا تادل سیلاٹ خون اٹھا لائی اور دھڑ دھڑکے سے مطالعہ کرنے لگی۔ اور مس بریس
پریشان و دلول آرام کر سہی ریڈ کر اپنے ہمدرد کی خیالی تصویر سے جی ہلانی لگی
وہ بہت چاہتی تھی کہ یہ سودا منٹ جائے رُخس کا ٹوٹر عمل اور دل کا تیر کرے والا جاوے
کام کر چکا ہو۔ اس بھولی صورت والی حسینہ کو کسی کل چین ہی نہیں پہنچتی تھی
ہی جاتی ہے۔ طرح طرح کے شکوک پیدا ہوتے ہیں۔ اس کا دل تو مسٹر ایک برٹوٹ ہو
اس کے حسن نے اس کے اثر پذیر اور نازک دل کو مسح کر لیا ہے کسی طرح اس کی خیالی تصویر
آنکھوں سے ادا نہیں ہوتی۔

میکس کو گئے ہوئے بہت دیر ہوئی مس بریس کو ایک ایک منٹ گراں گزرتا
ہاتھ طبیعت اگستائی پھر پلیڈیا کے پاس آئی۔ پوچھا۔
"میکس یہ کیا؟"

پلیٹیا - نہیں۔ ابھی لئے ہوئے مٹی دیر ہوئی۔

اس جواب سے بریس کی اور وحشت بڑھ گئی۔ دھڑکا سوار تھا۔ ضرور کچھ دال
مین کا لاہو۔ اپنے لئے سوال کا جواب سن کر بھر کرے مین آ اسی آرام کر رہی پر
بیٹا رہی اور سوچنے لگی اب مجھے کیا کرنا چاہیے۔

اس وقت شام ہو چکی تھی نضاۃ رحمان پر تار چھٹک چلے تھے۔ جا نڈا کہ مین پتہ نہ تھا
مس بریس دعا مانگ رہی تھی پاک مریم مس میری کی حفاظت کرنا۔ خداوند مسیح
سٹر ایک پر کوئی گزند نہ پہونچ سکے۔

کاش وہ وقت جلد آئے جب مین اپنے یار جانی کے شربت دیدار سے کلیجہ
ٹھنڈا کروں۔

مس بریس خیالات مین غلطان بیان تھی سر اٹھا کر دیکھا کوئی دس کیا رہا
برس کا ایک طفل دروازے پر ایسا دھڑک رہا تھا اس سے پوچھا۔

تو کیوں یہاں آیا۔

طفل - سٹر ایک برن فورڈ کے گرجے مین کھڑے تھے ہمارا انتظار کر رہے ہیں
ملنا ہو تو مل لو۔ انکا ارادہ ہے یہاں سے سیدھ واپس جا مین پھر خدا جانے کب
ملنا نصیب ہو۔

آہ! یہ ایک ایسی خبر تھی جسے مس بریس کا مہجائے ہوئے دل کے کنول شگفتہ کر دیا
کیا رہا اس حیات بخش جھلے سے اُسکی روح خوش ہو گئی۔ قلبے دماغ تک
نئے جذبات ابھر آئے۔ کبھی سوچتی ہے مس پلیٹیا سے صلاح کروں خدا جانے
وہ کیا پوچھیں۔ زبان سے میری کیا نکلے۔ ایسا تو میری باتوں سے بھڑک جائیں
میرے کسی نکلے سے اُنکے نازک دل پر چوٹ لگے۔ اس وقت مین کیا کرونگی۔ اور
مس پلیٹیا کیا جانے کیسی صلاح دین اُسے ذکر ہی کیوں کروں۔ تنہا کیوں جان
مکان کی بہشت ہی پر تو ہیں۔ کچھ دور تو ہیں نہیں۔

مس بریس خود ہی سوال کر رہی تھی جواب دہی ہوئی اٹھ کھڑی ہوئی۔ جسم پر
اوتھے رنگ کا چھت گون اس کے سن و لفریب کا رنگ اور بھی شگ کر رہا تھا اگر کہ مین
قلیہ کا ری اور نصیب سے کام نہیں لیا گیا تھا۔

طفل۔ مس بریس وہ دیکھو مسٹر ایک تمہارا انتظار کر رہے ہیں۔
 یہ الفاؤ سنکر مس بریس نے تجسس کی نگاہ اٹھائی مسٹر ایک کا پتہ نہ تھا
 بجائے اُنکے دوست شخص گرجے کے احاطے میں بیٹھے ہوئے اس خوبصورت لیدی کا
 انتظار کر رہے تھے۔ مس بریس نے ٹھٹھک کر بڑکے سے پوچھا مسٹر ایک کہاں ہیں۔
 اسپر ایک شخص نے احاطے سے نکل کر جواب دیا گرجے کی پشت پر چہل قدمی کر رہے ہیں
 لڑکا مس بریس کو یہ کہہ کر گرجے کی پشت پر لے گیا۔ وہاں دو تین شخص بیٹھے
 ہوئے کچھ سرگوشیاں کر رہے تھے۔ مس بریس اور لڑکے کو دیکھ کر حیرت ہو رہی تھی۔
 ایک نوجوان جو اپنے ساتھیوں سے کسیدہ رنر خوبصورت تھا آگے بڑھ کر مس بریس
 سے مخاطب ہوا۔

مسٹر ایک ابھی ابھی یہیں تھے تھوڑی دیر ہوئی اُنکو کمرسانے والے موضع
 میں کسی ضرورت سے گئے ہیں۔ اُنکی تاکید پر جو وقت مس بریس وہاں آبا لیں
 لئے ہوئے میرے پاس آجانا۔

مشتاق لیدی کا دل وقت کے آگ میں جھن رہا تھا وہ سمجھ نہ سکی میرے ساتھ
 بال کھیلی جاتی ہے۔ اُس نے اچھی کی طرف پسندیدگی کی نظر سے دیکھا اور جواب دیا
 اچھا جلد لے چلو۔

اچھنی۔ (انگلی سے تاکر) آپ اس گاڑی پر سوار ہوں میں، ہم لوگ ابھی مسٹر
 ایک کے پاس پہنچا دیں گے۔

سادہ مزاج لیدی اس نوجوان کی باتوں میں آگئی۔ نشیب و فراز کچھ نہ سمجھی
 گاڑی پر سوار ہو گئی اور وہ لڑکا جو اُسے اپنے ساتھ لے آیا تھا کوچ کس پر لپکتا
 بیٹھا۔ اس ہاتھ میں لے لی۔ اور دریا سے مارلی کی سنسان وادیوں کی خاک
 چھانتا ہوا انتظار میں تھیں ساری گاڑی کے پر ہو گیا۔

باب ۱۰

قیدی کی رہائی

قیدی کی رہائی
اُسی شب کو جبکہ مس بریس مشر علی کے ذوق میں گاڑی پر وار ہو کہ مین سے کہیں
ہو چ کی تھی۔ ہمارا جہ صاحب بیگانہ بھی تجھیں باؤی گاڑ کے سوار دن اور چھ بیسویں
راہ برٹ پر ناز کو ہر ای من نکر برن فورڈ کے قلعے سے نکلے اور ویسے کھنڈے کی طرف
کی طرف گھوڑوں کا رخ کر دیا۔

اصل میں ہمارا ہر صاحب نے پچاس سواروں کو منتخب کر کے ساتھ لے چلنے کا ارادہ کیا تھا۔ مگر کچھ سو جاوے کیس میں جو اتوں کو ویسیرس کی گھائٹوں میں ادھر ادھر چھپ چکا حکم دیا۔ اور باقی سواروں کی جماعت میں خود جنرل فلنٹ کے خیمے کی طرف قدم اٹھا دیے۔

قدم اٹکا دیے۔
اب ہم اپنے ناظرین کو یہ ہوئے سرے اٹک کی تلاش میں چلے ہیں۔
ہمیں دیکھنا ہے کہ اس ناول کے سرورسٹر اٹک جرنل فلنٹ کی قید میں ہیں
اور جو صبح ہوتے ہی جلا کے حوائے کر دیے جائیں گے۔ کبھی طرح بچ سکتے ہیں۔
لیکن ابھی سے انکے بچنے نہ بچنے کا یقین کرنا تو یہ ہوا یہ قلعہ باندھنا ہے۔ کیونکہ
جرمن جٹالین ویبرس کے اطراف میں خط جنگ قائم کر چکی ہے انکا ارادہ یکدم
پیرس پر حملہ کرنے کا ہے۔ رات کا وقت ڈویر زلی سید ٹوارٹون میں سنتری
پہاڑے رہے ہیں کسی رجمنٹ میں کرنل گشت لگا رہا ہے کسی مورچے پر سناٹ
دیکھ بھال کر رہا ہے۔ ہوائی جہازیں خط جنگ میں جانا محال ہو رہا ہے۔

[illegible]

میری کا دھیان بھی عالم خیال سے نکل گیا۔ اب تو فرشتہ اجل کی خوفناک صورت ہے اور اسکا بزدلانہ خیال۔

مرنے پر مکر باندھے ہمارا دل اور الیک میک اس طرف کان لگائے بیٹھا ہوا ہو جدھر سے بائیں کی آواز سنائی دیتی ہو اور یہ بیچارہ تڑپ تڑپ کر رہ جاتا ہے۔ باجو کی صدا کے ساتھ ہی اسے بازاری شور و فین دلا رہا ہو کہ آج کسی کی شادی کی دعوت مہم ہے۔ کیونکہ یہ آواز جنگی باجون کی آواز نہ تھی۔

مسٹر الیک محوشی کے عالم میں بیٹھا ہوا اس باجے سے کچھ ایسا متاثر ہو کر مسیختہ منہ سے آہ نکلتی۔ اور زبان سے یہ جملہ سنائی دینے لگی۔ آہ بد نصیب! بس! آج بھینس اس تیرے جاننا ز عاشق پر اسوقت کیا کدھر رہی ہو۔ رات بھر کا مہمان ہوتے نہ کی پہنچتے دنیا سے رحلت کر جائیگا۔

اسوقت جس باجے کی ضربی آواز نے مسٹر الیک کو تڑپا دیا یکایک بند ہو گیا۔ وہ شور و کمپت باہر ہو رہا تھا جاتا رہا۔

مسٹر الیک ٹوٹی چھوٹی آرام کرسی پر بیٹ رہا۔ نیند تو کئی روز سے نہ آئی تھی آٹھ گھنٹے بند کر لیں۔ اور کچھ غنودگی کا عالم چھا گیا۔

اتنے میں کچھ اس طرح کی آہٹ محسوس ہوئی گویا بہت سے لوگ باور چھانے کی اجل والی سیڑھی پر آہستہ آہستہ چڑھ رہے ہیں۔ مسٹر الیک تو یہ سمجھ کر کہ باورچی خانے کے بیروہ خاندانان ہونگے۔ پھر سو رہے۔ مگر اسی وقت پاؤں کے زور زور سے دھجھکے اور جوتوں کی جڑ مراہٹ کے ساتھ ہی لینا! لینا!۔ بکڑنا۔ دشمن۔ دشمن گھس آئے کی صداؤں نے اس قیدی کے خون میں جوش بھر دیا وہ تاؤ کھا کر کھٹ بیٹھا اور جوتوں لگا یہ کیا معاملہ ہے۔ ابھی اسکے پریشان خیال مجمعہ نمونے پائے تھے اتنے میں ایک لاغر اندام شخص آہستہ آہستہ قدم رکھتا ہوا اسکی طرف بڑھتا دکھائی دیا۔

الیک میک نے اسے دیکھ کر اپنے دہین کہا۔

”کیا گنجانے لگا۔ صبح ہو گئی۔ کیا جلا دیکھے لینے آ رہا ہے۔ اُسے فرط بقراری میں سہان کی سیڑ پر نظر ڈالنی بدستور تاریکی چھائی ہوئی تھی۔ معلوم ہوا ابھی رات باقی ہو

گیا یہ لکھ کر آج

ابھی کم سو کہ پھر رات باقی ہوگی۔ کیا رات ہی کو مجھے سوٹ کر دینے کا حکم نازل ہو گیا۔
ایلیک ایک اس فکر میں الجھا ہوا بیٹھا تھا۔ وہ جو ان کھڑے کے دروازے تک
پہنچ گیا اور چھوٹے سے ولائی اور زار نکال کر آہنی تاروں کو کاٹنے لگا۔ بات کی
بات میں اس پھر تیلے شخص نے دو تین آہنی چھڑیں کاٹ دیں اب کسی قسم کی رکاوٹ
باقی نہیں رہی۔ وہ دندنا تا ہوا ایلیک میک کے پاس آیا اور کہنے لگا۔
جوان۔ مسٹر پھر پی سے اٹھو! میرے ساتھ نکل چلو۔ پھر سنے کا موقع نہیں ہے۔

ایلیک۔ تم کون ہو؟
جوان۔ تمہارے سوالوں کا جواب ابھی نہیں دیا سکتا لیس بھاگ چلو۔
ایلیک۔ لیکن اس طرح بھاگنے سے تو میں جس منون کی قید میں پھنسا رہنا چاہتا
ہوں۔ یہ بزدلانہ حرکت مجھے پسند نہیں۔

جوان۔ میں بھاگنے کو نہیں کہتا۔ میں چاہتا ہوں یہاں سے نکل کر جیل خانہ
کچھ اپنی بہادری مزہ چکھاتے چلیں۔ وہ بھی کیا جائیں گے کہ ہندوستانی ہمیشہ جرات
و شجاعت کے شیر ہوتے ہیں۔ قیدی بن کر بھی اپنی دلیری کا جوہر دکھاتے رہتے ہیں۔
ایلیک۔ لیکن میں خالی ہاتھ ہوں۔ کوئی پستول تک پاس نہیں۔
جوان۔ کوئی بچ نہیں۔ میرے ساتھ چلو۔ ہمارا جہر بیکانیر کے پاس سب کچھ موجود
ہی ہے لے لیں گے۔

ہمارا جہ صاحب کا نام سننے ہی مسٹر ایلیک میک فیل کا کلیہ اُچھلنے لگا۔ اُسے
ہمارا جہ صاحب اکوہان آئے ہیں تو بیشک خون کی ندی بہ نکلی ہے۔ خوب شدید۔
ہمارا جہ صاحب کا یہاں آنا غنیمت ہوا۔ میں اُن کے روبرو ان کھت جہنوں کی بو
لڑھو لگا۔ سنگین کے ہاتھ جلاؤ لگا اور شاییت کو لگا کہ ہمارا جہ صاحب کے نکواری تاج
کے کستور و فادار ہیں۔ تعجب نہیں ہمارا جہ اس دلیری سے متاثر ہو کر میری پچھلی خاطر
نظر انداز کر دیں۔ اب پھر نے کا موقع نہیں۔ اس جوان کے ساتھ نکل چلنے ہی میں
بہتر ہے۔

ایلیک۔ اچھا تو چلیے ایسا نو کوئی آفت اٹھ کھڑی ہو اور بنا بنا یا کھیل خراب
ہو جائے۔

خوان - ہمارے ہمارا صاحب کو اسکی کوئی پروا نہیں۔ وہ تو خاص کر تھیں قید سے
 نجات دلانے کے ہیں۔ بڑے بڑے منجور ساز جنٹوں کی آنکھوں میں خاک چھونک کر
 نائیک ہو بیچ گئے ہیں۔
 یلک - آہ! میں کیسا بد قسمت ہوں مجھ ناستدنی نے اپنے راجہ کو تکلیف دی جو
 میرے میں ڈال دیا۔

خوان - ہمارا راجہ بیکانیر اور خطرے میں۔ ایسے الفاظ کیوں نکالتے ہو۔ میرے
 لی پر پوٹ لگتی ہے۔

یلک جو ان کے ساتھ قید سے نکل کھڑا ہوا۔ اور خدیونت میں اپنے اس گروہ میں شامل
 کیا جو جرنل فلنٹ کے کمپ میں گھسکر تفرغی کے ہاتھ دکھار رہا تھا۔

ہمارا راجہ کے جانباز سپاہی اور رسالہ کے سوار جو منوں کے اس چھوٹے سے کمپ کا
 دشمن کو شدید دیکھ چکے تھے۔ آتے ہی اس کے جرمون پر لوٹ پڑے۔ کوئی کسی چھو لداری
 بن گھس کر گرجمونی کی طرح کانٹ بھاٹ کر رہا ہو۔ کسی کی چھو لداری پر سنگین چھتیاے
 لی بھادر ایستادہ ہو۔ کمپ میں چل چلی ہوئی ہو۔ مگر ہمارے کرنل سرنگا سنگھ
 لی ریاست بریکانیر شمشیر بکفت اس طرف چل قدمی کر رہی ہیں جس طرف انکو جرنل
 ٹنٹ کی آراگاہ کا سراغ جاسوسوں سے لپکا ہے جرنل فلنٹ ہوشیار تھا آہٹ
 سے ہی خیمہ کی پھیلی کھڑکی سے دم و بارک بھاگ جانے کا ارادہ کیا ہنورا سننے ہی کا
 وہ اٹھ آیا ہی تھا کہ اس بھادر بیکانیر کی تلوار ارادے کے کلاں پر پڑی۔ کلاں گت کرانگ
 پڑی۔ مگر جان سلامت رہی کیونکہ اسکا نام جسم کھڑکی سے باہر نکل چکا تھا صرف
 پر سے اُسنے جن کا سہارا لیا تھا اسی وقت اُسکا بیٹا بلٹن پستول چھتیاے نکلا اور
 اپنا ہی تھا کہ کسی برطانوی افسر کو گولی کا نشانہ بنائے اتنے میں جرنل یلک نے سانسے
 لیے اگر سنگین کا ہاتھ چھتیاے سنگین پشت کو توڑ کر نکل گئی۔ اور وہ اڑاؤ حمز میں پر آ رہا۔
 جرنل یلک کو اسوقت اپنی جانبازی و دیری دکھانے کا کوئی اچھا موقع نہ ملا۔
 ونگھ ہمارا راجہ بیکانیر خود شیر خان کی طرح شکار کی تاک میں ادھر ادھر تھرتھرت لگا رہا
 تھے اور دشمن کو شمشیر اجل کا لقمہ بنا رہے تھے۔ وہ بھلا کب اس طرف خیال کر سکتے
 تھے۔ البتہ ان کے کسی ہمارا سپاہی نے کان میں خبر ڈال دی کہ گروہ بھٹون نے بھی

۲۲ جنون کا خون پانی کی طرح بہا دیا۔ اس کے جواب میں مہاراجہ کے منہ سے
 مرث اتنا نکلا۔ فرما سنے جو کچھ کیا نے حق میں بہتر کیا۔ یہ ایک ایسی گنتی بات تھی جسے
 سنکر جانبار سپاہیوں کے خون میں گرمی آگئی۔ سب جوش میں بھر گئے اور غیور
 کی جھولہ اریوں میں گھس گھس کر دشمنوں کی تلاش کرنے لگے۔ کہ کوئی جرمن افسر
 سار جیٹ یا سو لچر ایسا تو نہیں تاک میں کھڑا ہوا ہمارے سپینکو آج کا جگہ بنانا
 چاہتا ہو۔ جب اوپر روشن ہو گیا اور غریبوں کی آکھل سب ڈیرے خالی ہیں۔ ایک
 عجیب دشمن نہیں۔ یہ چھوٹا سا رسالہ غوغائی غوغائی کبرل ایک کو لیے ہوئے اس کیس
 کی گھاٹی سے باہر نکلا اور کچھ دیر پر الٹ کر نیشن کی روشنی میں اس سرک پہنچا
 جو خط مستقیم سلطان قلعہ تک لگتی ہے۔

جنرل فلنٹ مجروح ہو کر سیدھا اپنے رجمنٹ کی طرف بھاگا جو یہاں سے
 کچھ فاصلے پر خندق میں پڑی ہوئی تھی۔ جنرل فلنٹ کی بدحواسی نے بڑے
 برفٹے سا بیٹھن اور کڑیلوں کو کچھ مشکوک کر دیا۔ وہ سوچے آج ضرور کوئی نئی
 واردات ہوئی ہے۔ معلوم ہوا اہل راج بیکانیر کی خوفناکی سے بہت کڑی ہوئی
 اگر فرار پر قناعت نہ کی جاتی تو لامحالہ ان کی تیغ دو دم کا شکار ہو جانا پڑتا۔
 اسی وقت سوار اور پیدل کے رسالے دوڑائے گئے کہ ان کا تعاقب کریں۔
 چونکہ رات کا وقت۔ گرہ آسمان ابراؤد۔ ظلمت کی گلی بڑی ہوئی۔ دوسرے
 پہاڑی راستہ نشیب و فراز زمین ناہموار سطح۔ اور اسپر برطانوی و فرانسیسی
 ہوائی جہازوں سے ہم باری کا خون۔ یہ سب باتیں دیران جرمن کے دشمن
 کئے دیتی تھیں۔ پیدل اور سواروں کے قدم آگے نہ بڑھتے تھے۔ وہ برطانوی
 و فرانسیسی خطوط جنگ سے کچھ فاصلے پر بندھ گئے تھے۔ ان میں بہت سے
 ایسے بھی تھے کہ خوف جان کنائی کاٹ کر کیس پر واپس آئے اور کرین کھنکر
 آرام سے سو رہے۔ اور کچھ سوچ رہے تھے۔ ناہم یہ طو کر لیا۔ کل صبح بھاوا بول
 برطانوی و فرانسیسی خطوط جنگ شکست کے پیرس پر حملہ کر دیئے۔
 القصر صبح بھگتے ہزار جوان فاناں رسالہ آگے بڑھا اور پیرس کے طرے
 رخ کرتا ہوا اس مستعدی سے چلنے لگا کہ برطانوی و فرانسیسی افواج کو ہریت دینا

بالکین ہاتھ کا کھیل سمجھتی ہے۔

اودھر ایک انگریزی اسٹاف افسر کو جرمون کی اس حرکت کا پتہ لگ گیا اور نے اپنے ماتحت سپاہیوں کو حکم دیا۔

”خبردار بغیر حکم کوئی کھیلنا اور نہ دشمنوں کی گولہ باری کا جواب دینا تم لوگ اپنی اپنی خندقوں میں بندھ ڈالے پڑے رہو۔“

جرمن رسالہ سیلاب کی طرح اپنی روش بڑھاتا ہی جاتا تھا اسے کیا معلوم کہ انگریزی اور فرانسیسی دستے جواب میں کیا کچھ کرینگے۔ وہ جب ایک گولی کے ٹچے پر پہنچا اور انگریزی و فرانسیسی اسٹاف افسروں نے تاثر لیا کہ دشمن نشانے پر آگیا ہے۔

اپنی کھار توپوں کا رخ انکی طرف کر دیا۔ اب کیا تھا جس طرح ایک کاٹنے والی مشین کیسوں کے کھیت میں چلتی ہوئی تماشہ دکھاتی ہے جس طرح درانتی سے کیسوں کو کٹ کٹ کر کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ جس ہی حال یہاں پر تھا۔ سیکڑوں سیکڑوں

پر گرنے لگے۔ لیکن اسپر بھی اٹھوں نے پیش قدمی جاری رکھی جب سانس کی صفین صاف ہو گئیں تو دوسری صفین انکی قائم مقامی کے لیے باوجود یقینی موت کے آ پہنچیں۔

اب کس قیامت کا منظر تھا۔ گھنٹہ بھر تک طرفین کے کوچوں سے آتشباری ہوتی رہی ہزاروں کی تعداد میں آدمی کام آچکے ہیں مگر دونوں جانب سے توخاڑ اپنی سرگرمی دکھا رہے ہیں شل کے گولے چاروں طرف گر کر گر بھٹ رہے تھے

اور معلوم ہوتا تھا جہنم کے دروازے کھول دیئے گئے ہیں۔ گورن نے گرنے سے زمین میں غار پڑ جانے کا تجربہ کیا تھا۔ اس عالمگیر آتشباری سے بچ کر کوئی جان نہ سکیگا۔ ہر طرف سے زمینوں کے آگ و زاری کی صدائیں بلند ہو رہی تھیں۔

آتے میں یکایک آتشباری موقوف ہو گئی اور دونوں طرف خاموشی نظر آئی۔ جس کے پس منظر بعد ایک حکم سنائی دیا۔ دشمن مغرب پہنچے تعاقب کر کے سنگین ہتھیاروں پر رہ گئے۔

اس نادری حکم سے ہمارا جبر بکا نیر۔ پہلے درجہ کی جوش بڑھ گیا ہے پہلے اونکے رسالے پہنچے۔ ہمیشہ کے ایک ایک جہاز کے درمیان صفوں پر ٹوٹ

رٹے جو کولہ باری سے مستور و پرتیان ہو چلی طین۔ بھالتے راستہ دکھائی نہ دیتا
 تھا۔ آنکھوں کے تکی اندھری چھائی ہوئی تھی۔ دماغ میں گرائی اور نگاہ کے سامنے
 ہر طرف خون ہی خون نظر آتا تھا۔

بہادر ہندوستانی آچاک اُچاک کر ایک ایک کے دو دو اور دو دو کے چار چار
 کر رہے تھے زمین بہادر بھی سخت تان اوٹھا اُٹھا کر اونکا جواب دے رہے تھے۔
 لیکن حملہ روکنے اور مارنے میں بہت فرق ہے دو ہی ٹھنڈوں کے اندر ایک ہزار
 ہزنی کے دو ہزار نیگے۔ زخمی کھوڑے جدا لٹلائے پھرتے ہیں۔ پیہم سنگینوں
 اور ہورہے تھے اور گٹے ہوئے مردوں کا انبار لگتا جاتا تھا۔ اور چاروں طرف
 خون کا فولا چھڑکا دکھاتا جاتا تھا۔

کچھ عرصہ بعد میدان صاف ہو گیا۔ دشمنوں کا ایک تنفس نظر نہ آتا تھا۔ ان
 میں کچھ تو فتح اجل کے گھاٹ اترے اور کچھ جان لیکر بھاگ نکلے۔
 انش فٹ کے بعد مہاراج بیکانیر نے سلطان قلعے میں پہونچ کر ایک دربار کیا اوس
 دربار میں مہاراجہ صاحب نے اپنے سورا بہادروں کی جرات و دیر کی تعریف کی اور
 وٹھین خلعت و انعام دیکر نہال کر دیا۔

باب دسواں

مس بیس کا تلاش

جنرل ایلیک سیک نیل برن فورڈ کے قلعے میں پہونچے ہی امیرہ کی طرف چل دیے
 مس میری بھی مردانہ پوشاک زیب جسم کیے ہمراہ رکاب تھی۔ اسنے سوچا کام تو
 ہو ہی گیا اب کوٹ پتلون نکٹائی کی ضرورت نہیں۔ زانے لباس میں چلنا چاہا
 پھر خیال کیا۔ پہلے مس بیس کو اپنی مردانگی کا طبع دیکھا دون اور ساتھ مس ایس
 اور مسٹر ٹن سے بھی مل لیون تہہ مردانہ لباس اتار دیں۔

یہ دونوں ابھی اپنی دھن میں مست امیرہ کے ذریعے میدانوں کو چل کر تے ہوئے
 موضع سری کے گوبے میں جا کر ٹھہرے جو مسٹر ٹن کی زمینداری میں تھا اور بھی

مگر آرتھر دینج سے آجتک کسی بھلوے نے نہیں پوچھا۔ کہ بھال صاحب آپ بھی
مس بریس کی بابت کچھ سنا۔ پولس واون کی بھی اُسکے نام سے نانی مرقی ہو لیکن پلوری
صاحب کہنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ بد معاشی آرتھر دینج کی ہے۔

ولسن۔ خیر۔ اگر پورا پورا پتہ لگ گیا تو آرتھر دینج سے بھی وہی برتاؤ کیا جائیگا
جو گزشتہ مینے مین بل پر کنسی کے ساتھ کیا تھا۔
جیم بیٹن۔ مگر ہمارا قتل گواہی دیتا ہے اگر خفیہ خفیہ آرتھر دینج کی جانچ کی جائے
تو یقینی مس بریس کا براغ مل جائے۔

ولسن۔ مسٹر سٹر نے چند لوگوں کو مس بابا کی تلاش میں گرد و نواح کے
علاقوں میں بھیج دیا ہے کچھ نہ کچھ خبر معلوم ہی ہوگی۔

ان لوگوں کی بلا لگاؤٹ کی باتیں کرنی ایک ایک کے دل پر بجلی کا اذکر رہی
تھیں۔ اُسکی آنکھیں سُرخ ہو گئیں۔ غضبناک تہور بتا رہے تھے گویا آرتھر دینج کی
موت سہر برنچ رہی ہے۔ اگر مل گیا تو اسی دم خاتمہ کر دیں گے۔ اور اپنی دلہن
مس بریس کا پتہ لگائیں گے۔ لیکن مس میری نے جو مردانہ لباس میں راپٹ
ہنز و زکا روپ بھرے تھے اُسکے سے روک دیا۔ ابھی ٹھہر جلدی نہ کر و
معلوم ہو جائے دو اصل بات کیا ہے۔ پھر دیکھ لیں گے۔ کرنل ایک اپنے بہادر
ہمراہی کے ایات خاموش ہو رہے ولسن اور جیم بیٹن کی گفتگو ہمہ تن گوش ہو کر
سماعت فرمانے لگے۔ باتوں سے اتنا غور و تہش ہو گیا۔ کہ بد نفس آرتھر دینج
کی مکاریوں نے درد مند بریس کو والدین سے جدا کر دیا۔ اب اس بات کی
تلاش باقی رہی کہ آرتھر دینج یا اُسکے جینال ساتھیوں نے اُس گلی اندام کو
بوسے گل کی طرح اوڑا کر کہاں رکھا۔

کرنل ایک نے پہلے تو یہ سوچا کہ مسٹر سٹر سے ملاقات کروں اور کہوں۔ مین
اُس قسمی گوہر کی جستجو میں جانا چاہتا ہوں۔ اگر اُس جہدہ خدا نے مشکفہ ولی سے
اجازت دیدی تو فیما ورنہ مین روکنے والا نہیں اپنی دلی تلاش میں سرور
کوشش کر دینگا اور خطرات ہوگا آرتھر دینج کے بڑے دست و پنج۔ یہ اس قسمی
جواہر کو نکال ہی لوں گا۔ لیکن یہ خیال چند منٹ تک قائم رہ سکا بالآخر یہ بات

طربا لگی کہ رابرٹ ہنزور کو ہر آنے کے قریب وجہ کے مفصلات میں تلاش کریں اور جہہ دریائے باری کے وادیوں اور پیاری رگیستانوں اور گھاٹیوں کی خاک چھانکے اور اس کو ہر آبدار کو نکال لائیں کیونکہ ایسے خطرناک مقاموں میں روز بھر واردات ہو کر رہتی ہیں اور کسی کو شبہ نہیں لگتا۔

جب یہ راسے پختہ ہو گئی تو اس بادر نے رابرٹ ہنزور سے جو دراصل مس بریس کی سبیلی تھی کہا۔

میدوم اہم نے میرے واسطے سخت اذیتیں برداشت کی ہیں مناسب ہے اپنے مکان جا کر آرام کرو۔ اور مجھے نقشہ مدعا کی جستجو میں جانے دو۔ میں اپنی دلوں میں بریس کو کوہستانی سلسلوں اور دریائی وادیوں میں تلاش کروں گا۔

رابرٹ ہنزور نے جواب دیا۔ نہیں صاحب۔ آپ تمنا جانے کی ہمت کریں ایک دو بجے ہوتے ہیں۔ ماورائے اس کے میں مس بریس کو زبان دیجی ہوں کہ عقوبت تمہارے دہر کو تم سے ملاؤنگی چونکہ ہنزور یہ کام انجام نہ سکا اس لیے میرے ساتھ چھوڑ دینا کسی طرح مناسب نہیں۔ میں نے خمد کر لیا ہے جب تک مس بریس آپ کو خوشی خوشی نہ دیکھ سکے گی مکان واپس نہ جاؤں گا۔

ایلیک۔ تم اپنی حالت پر غور کرو۔ میرے ساتھ تمہارا رہنا بھی نازک معاملہ ہے علاوہ بریں راستے کی سختیاں تم ایسی نازک بدوزن سے کب برداشت ہو سکیں گی۔

رابرٹ ہنزور۔ تم تمہارا رہنا بھی پسند نہیں خدا جانے کیا اتفاق پڑے کیا نہ پڑے۔

ایلیک۔ لیکن یہ تو معلوم ہی نہیں میرا عزم کس طرف ہوگا۔

رابرٹ ہنزور۔ کوئی بات نہیں آپ میری جانب سے بے فکر رہیں۔

ایلیک۔ کیا تم ضرور ہی میرے ساتھ چلو گی۔ اور میرے پیستوں میں ٹریک ہو کر خود انوار افسار کی سختیاں اٹھانے کے معنی ہو گی۔

رابرٹ ہنزور۔ نہیں۔ نہیں۔ مصیبت کے تحت ایک مدد کروں گا۔ اور

ایلیک۔ ہو گا مس بریس کو زمین کے طبقے سے نکال دلاؤں گا۔

ایلیک۔ یہ بھلا۔ تم خود ہی چھوڑ کر نہ رہو۔ حل یہی ہو۔ یہ تباہ ہوتی

کس طرف کا غم ہے۔

راہرٹ ہنرور۔ میری رائے میں جوزف پادری سے اس مقدمہ میں صلاح ضرور کرنی چاہیے۔ اغلباً اسے کچھ نہ کچھ بہ مل جائیگا۔ یہی معلوم ہو جائے کہ آیا وہ بد معاش مس بریس کو لیکر کدھر چھپت ہو گیا۔

ایلیک۔ کہتے تو ٹھیک ہو۔

یہ لکھ کر نل ایلیک راہرٹ ہنرور کو وہیں چھوڑ کر خود پادری سے ملنے گئے۔ جو اپنے چھوٹے بیٹے۔ بنگلے میں بیٹھا ہوا انچو کام کر رہا تھا۔ پادری جوزف نل ایلیک کو دیکھ کر کچھ کھڑا ہوا اور نہایت عظمت و محبت سے سلام کیا اور کہا۔ آئیے آئیے۔ کیسے کیا خواہش ہے۔ آپ قابل فخر انسان ہیں۔ آپ کے متعلق اخبارات میں چرچے رہے ہیں۔ اس لیے میں آپ کے اچھی طرح واقف ہوں۔

پادری کی باتوں نے نل ایلیک کے دل کو سرخون سے لبریز کر دیا اور اس نے باتوں کے پہلو بدل کر مس بریس کی بابت گفتگو چھیڑ دی۔ پادری جوزف کے کلاموں سے اُسے معلوم ہوا کہ اُس کا بڑی کاٹھ جیسے مس بریس سوار تھی دریلے مارلی کے اُس دادی کی طرف تھا جس کا آخری حصہ ویس بریس کے سبز و شاداب میدانوں سے ہوتا ہوا ایک عام راستے سے مل گیا ہے۔ لیکن دادی کے دائیں بائیں جو کوہستانی سلسلے چلا گیا ہے وہ کچھ ایسا بخدوش اور خطر مقام ہے جہاں بجز قزاق لیٹروں کے دوسروں کا گزر نہیں ہو سکتا۔ اچھو اچھون کی ہمت ٹوٹ جاتی ہے۔

الغرض کچھ ہی کیوں نہ ہو نل ایلیک نے تمہیر کر دیا۔ ہمیں سب سے پہلے اٹھیں ہوں کہ مقاموں کی سیر کرنا چاہیے۔ جہاں کے مناظر سے بڑے بڑے دیروں کے اوسان خطا ہوتے ہیں۔ ممکن ہے سنگراں زربانی بیدار غفر نے اُسے لاکر ایسے خطرناک مقاموں میں ڈال دیا ہو۔ جہاں نہ زیست سے تنگ طرح طرح کے عذاب جھیل رہی ہو گی۔

نل ایلیک پادری سے ہاتھ ملا کر رخصت ہوا اور اتنے ہی طرح طرح کے

خیالات کا ہجوم۔ ہا جہان را برت ہنر ز کھڑا اسکا انتظار کر رہا تھا۔
کرنل ایلک - (را برت ہنر ز سے) ہو۔ کچھ کچھ اسکا پتہ لگلیا۔ خدا سے امید ہے
 اپنے مقصد میں کامیابی ہوگی۔

را برت ہنر ز - اچھا تو دیر نہ کیجیے۔ جیلے۔

یہ کمکر دو لون اپنے اپنے گھوڑوں پر سوار ہو پہلے اور عنان عزیمت اس
 کو ہستی درے کی جانب منعطف کر دی۔ جبکا ذکر جوزت کی زبانی سن چکے تھے
 اور جس کے شمال و غرب کے گوشے برتھارن تحصیل کی آبادی تھی اور جنوبی حصے کو دریا
 ماری سیراب کر رہا تھا۔

باب گیلہ صوان

بادری اور ارتھو تیج

جس روز سے مس بریس سری سے غائب ہوئی ہے ارتھو تیج نے یہ طریقہ
 اختیار کر رکھا تھا تمام دن اپنے موضع میں رہتا اور شام کے وقت مکان سے نکل کھڑا
 ہوتا۔ چمیل قدمی کو تاپا ہوا موضع سری میں آتا۔ لوگوں سے ملتا۔ اور پھر یہ کمکر کا
 واپس جاتا کل پھر ملاقات ہوتی۔ گمراتے میں کسی جھاڑی میں چھپ رہتا۔ اور
 اسی وجہ سے کسی کو اُس پر شک نہ تھا۔ شب بھر جنگل کی ہوا اٹھاتا اور بو بھینٹے مکان پر
 آجاتا۔ اسکا اصل ندو بچہ اسکا اور کسی کو معلوم نہ ہو سکا۔ یہ کہتا غلط ہو کر وہ مسٹر سیر کا
 مددگار نہیں ہوا۔ یا اسے مس بریس کی تلاش میں کوئی گمراہ تھا رکھی۔ ظاہر اسکی
 جستجو میں بہت کچھ سرگرمی دکھائی۔

ارتھو تیج مسٹر سیر کے جبرائیل کو لیکر موضع سری کے اطراف میں چکر لگا تا رہتا
 گرد و لوح کے نوامشات کی ظاہر غیب خاک چھانی تا ہم مس بریس کی صورت دیکھنا
 نصیب نہ ہوئی۔ شب کے وقت جب گشت کو نکلتا تو سیدھا شراب خانے میں جاتا
 درود چار جام چڑھ کر ہوا کرتا ہوا سا سری موضع کی جمو بیڑوں کی بکڑیوں میں
 قدم مارتا نظر مانتا تھا۔ اس مقام تک آنے کا حال تو سب پہچان رہا تھا بڑے کا

بتہ کسی کو معلوم نہ تھا کہ یہ ان جھوٹوں سے نکل کر کہاں جاتا ہے۔

آج ارغزوئج دریا سے ماری کی جھاڑیوں سے نکل کر اُس بگڑی پر ہویا جو کچھ فلائنگ بندھاڑی کی جھاڑیوں میں ساہری موضع تک پہنچا دیگی۔ اور جہاں یہ اپنا دماغ نکلنے کے لیے لوگوں کی نظروں سے چھپا ہوا آگے جائے گا۔

آئیے حضرات! ہم آپ آزمائشی سے قدم اٹھاتے ہوئے آہستہ آہستہ ارغزوئج کے عقب میں چلیں اور دیکھیں یہ کہاں کا رخ کیے جا رہا ہے۔ دیکھا آپ نے اسکا گھوڑا موضع ساہری سے بھی آگے نکل گیا اور اب اس نے اُس بگڑی کو بھی جھوڑا ہیر مکان جانے وقت روزانہ اسکی آمد و رفت رہا کرتی تھی۔

اسوقت ارغزوئج اُس بھیڑ کو ہستانی سلسلہ پر قدم زن ہے جو یہاں کی تمام وادیوں میں بہت ہی خطرناک سمجھا جاتا ہے۔ چاروں طرف ہوشربا ہارستان ہے۔ ارغزوئج نے ایک سیون کے ہوناک جھاڑیوں کے قریب پہنچ کر اپنے رہنمائی باگ روکی اور لہشت زین سے اتر پڑا لگام پکڑے ہوئے اُچھے آگے بڑھ گیا۔ ایک سنسان اور ہتیناک مقام پر پہنچ کر عنایت ناسبانی کے درخت سے اٹکا دی۔ اور خود اُس تنگ خطہ سے آہستہ آہستہ بچے اترنے لگا۔ جو کچھ دور جکر کھاتا ہوا ایک چھوٹے سے سبز زار میں پہنچا دیتا ہے۔ یہاں پر ایک چھوٹا گرجا کسی زمانے کی یادگار بنا ہوا ہے۔ یہاں بھی کبھی وہ پادری لاکس اطراف سے آجاتے ہیں جو راہ حق کی تلقین کرنے ہیں۔ اور جو یاد مسیح کے سوا دوسرا کام منقول نہ سمجھتے ہیں۔ یہاں کے پادری کی عمر ۷۰ سال سے تجاوز کر چکی تھی وہ راستباز دیندار اور محنتی بندہ ہے۔ دن رات انجیل مقدس کی تلاوت کرتا ہے اور ان مسدوون کو مذہب عیسائی کی تلقین دیتا ہے جو اطراف سے بھولے ہوئے اسی جگہ آتے ہیں۔

گرجا کے پاس ایک ٹوٹی اسی جگہ پڑی تھی۔ پادری صاحب کا سیر زیادہ تر یہیں ہوتا تھا۔ جب کبھی رات کے وقت کوئی بھولا بھٹکا مسافر آجاتا تو یہ جھوٹا ہی اُسے حوالے کر دیتا اور خود گرجے کے برابر سے من وقت کاٹ ڈالتا۔ آجکل بھی وہ جھوٹا ہی کچھ مکان کے دارو ہو جانے سے خالی نہیں ہے۔

اور اسی وجہ سے پادری صاحب شب دروازہ کھلے کے برآمدے ہی میں آرام فرماتے ہیں۔

ارترودیج سبز زار سے ٹھکر جب پلوری صاحب کے پاس پہنچا۔
پلوری نے دور جی سے آواز دی۔ خیریت تو ہے۔

یادری نے دوری سے آواز دی۔ خیریت تو ہے۔

ارٹھم و تہج - پیرو مرشد! کی عنایت چاہیے۔

یاد داری۔ سنا ہی ہزار مائیس کرنل ہمارا جہ آت بیکانیر نے جرمیوں کو کہتے بڑی
 قیمت دی۔ گورنمنٹ برطانیہ نے ان کو خلیں کیا خطاب دیے۔ کچھ جانتے ہو۔

دی کننگ امیر رماراجہ آف بیکانیر۔
جی۔ سی۔ ایس۔ آئی۔ جی۔ سی۔ آئی۔ ای۔ اے۔ ڈی۔ سی۔ لوانجی۔ آئی۔ ایم۔
الکھنوج۔ کرنل پنہا لینس ہماراجہ راج راجیشترشرومنی شری سرگنگ سنگھ

پیارے دوست! اب اونکا قصد کیا ہو۔ سنا ہو وہ پیرس جانے والے ہیں۔ ابھی
جرمنوں سے بہت بڑا سفر کرے گا۔ وہ خدایاں تاج برطانیہ میں نام اچھانے والے
ہیں۔ آجکل اونکا قصہ مر ایک جگہ پر نہیں رہتا۔

پیارو کی - اٹھین انفرانس میں انکا اتفاق ہوا ہے ایک دفعہ اس گرجے میں ہم
درویشوں کو دہا تھا۔ ذرا گئے تھے تمہارا رنگہ بہت خوشنما بنوایا جا گیا۔ شاید اس مالک
جنگ کی دھ سے باوجودوں تھی۔

آر تھرو تچ - ذرا اس بنگ سے قسمت پا جائیں تو پھر تحریک کی جائے گی۔
آب و درون طلوع ہو گئے۔

یا زور کی ۔ اچھی یہ تو خیالی بات کہتے ہی رہیں گے ۔ یہ بتاؤ اس سے : یا باکو کماؤتے
 اور الائے ۔ نہ کچھ کھاتی ہے نہ بیٹی ۔ دن رات رویا کرتی ہے ۔ مجھ تو اس کی زندگی کو
 معلوم ہوتی ہے ۔ پس اے کھر ہو مجاؤ دنیا سب ہو ۔ بچوں پر رعب کرنا عیسائی مذہب
 غنہ گناہ سمجھا گیا ہے

آرتھوڈوکس - جناب جان ایس۔ جیورگینو اوسے آپ کے پاس لے آیا۔ یہاں پر
 وراثت کے بارے میں بھی طرح طرح کے
 مباحثہ ہو رہا ہے۔

9/15/2015

ارکھرو تیج - حضور! ابھی ناسمجھ بچہ ہے۔

پادری - خیر جاؤ۔ دیکھو تو سہی اسوقت کیا کر رہی ہے۔

پادری کی رائے سے ارکھرو تیج اس جھڑپی میں گیا۔ جہاں بد نصیب بریس ایک میز پر بیٹھی رد رہی ہے۔ جہرہ زرد پڑ گیا ہے۔ ہڈیاں نکل آئی ہیں بھول کی طرح شاداب رخسارے مرجھا گئے ہیں۔ لبوں پر خشکی دوڑی ہوئی ہے حسرت داندوہ کی گھٹاؤں نے اُسکے معوم دل کو بے طرح ستا رکھا ہے۔ خدا جانے کن خیالات کا یہ بھلا بڑھا ہوا ہر کہ چشم پر ہم سے اشک کے تریبے بند ہی نہیں ہوتے۔

ارکھرو تیج قریب گیا۔ مس بریس لرز اٹھی۔ سوچنے لگی دیکھیں یہ ناباکا کس مقصد سے آیا ہے۔ عصمت دری کے خیال سے اُسکا جسم ادراجی کانپ رہا تھا۔ ساتھ ہی ذیہ ہم بھی اُسکے مضطرب قلب کو تسکین دے رہا تھا۔ یہاں زبردستی جیل نہیں سکتی۔ پادری کو گرجے میں بیٹھا ہوا ہے۔ کیا اس حیوانی خواہشات کا شوق پادری کا خوف ہو گا۔

ارکھرو تیج دوسری تپائی پر ٹھیکر الفست انگیز محبت پر جلوں کا اعادہ کر رہا ہے۔ تجھے خوش ہونا چاہیے کچھ سا خوشد جو ان تجھے ہم غوشی کے لیے مصر ہو رہا ہے لہذا غوشی میرے ساتھ شادی کر لے۔

مس بریس ارے کی پکی اور بہت کی بتلی یہ کہیکر جھڑک دیتی ہے۔ خرد دار مجھے ہاتھ نہ لگانا۔ گو میں کتھرے میں بند ہوں اور اپنے تئیں قیدی سے بدتر جانتی ہوں پھر بھی آہ شر بار میں وہ اثر ہی جا ہون تو اسی دم خاک کر دوں۔

ارکھرو تیج دانت بیس کر خاموش ہو رہا۔ لیکن حیوانی جذبات بے قابو کر رہے تھے۔ کھڑکی سے جھانک کر دیکھا تو قیاسی خیال کا پادری کیا کر رہا ہے ایسا تو نہیں پاس کھڑا ہوا مجھ محبت کے سودا کی جی بائیں سن رہا ہو۔ اتفاق سے پادری گرجا سے نکلکر میدان میں درختوں کی سرسبز مصروف ہو رہے تھے۔ ارکھرو تیج نے زمین سوچا آج یا تو بھر عشق میں دُوب کر اپنی جان دید و ن گایا آج میں اس ماہ نقاصم کی ہم غوشی سے اپنی روح خوش کروں گا۔

ارکھرو تیج پستول تان کر کھڑا ہو گیا اور لگانا شایستہ کلمات سے زبانی خراب کرنے۔ حرامزادی! بتا تیرا کیا ارادہ ہے۔ ظالم تو بہت سرچوہ گئی ہے۔ یاد رکھ نہیں

گرجے کے احاطے میں تیری لاش تڑپتی ہوگی۔

مس بریس ان غولی جلو کو سن کر ہٹا گئی۔ کلیجہ دھڑکنے اور قلب اوجھلنے لگا۔
یہ سمجھ لیا۔ اب جان بچتے نظر نہیں آتی۔ حلقہ چشم اشک غم سے لیریز ہی تھے لگی پھوٹ
پھوٹ روئے۔

آخر تھوڑے دنوں کے گھسیٹ کر زمین پر بٹا دیا۔ اور پسینے پر زانو ٹیک کر ایک ہاتھ سے
اسکی داہنی کالی کس کر پکڑ لی تاکہ بدن کو جنبش نہ دے سکے اور دوسرے ہاتھ سے
بستول کی خاردار نوک سیدھی کر کے کھنکھاتا گیا۔

ابھی وقت ہو۔ میرا کہا مان لے ورنہ تیری نافرمانی کا مزہ چکھنا پائون۔
اتفاقاً جھوپڑی کے دروازے پر کسی کی چاب سنائی دی۔ آخر تھوڑے دنوں کے اچھل کر دور
کھڑا ہوا۔ بستول بغل میں چھپا لیا۔ مس بریس پہلے ہی چیخ مار کر بیہوش ہو گئی تھی۔

باب بارھواں

نئی آفت

مسٹر ایک مس بریس کی تلاش میں خدا جانے کہاں کہاں خاک چھان چکا ہے
آج اسے باغ میں اکیلے دن ہو گئے ہیں کمین اسکا پتہ نہیں۔ دریائے مارلی کا
وہ لمبا چوڑا کشادہ میدان۔ دھنوں کی جھاڑیاں۔ گرد و خارا کے شہوتے دیہات
کوئی جگہ باقی نہ تھی۔ جہاں اس بادیہ گرد مسافر کا قدم نہ پہنچا ہو۔ رابرٹ ہنر و زبھی سکی
ہر صیبت میں دست و گریبان ہو رہا ہے۔

آج بھی دونوں شخص اپنے راہواروں کی باگ ڈھیلی کیے کو ہستانی سلسلے کی
بیٹائش کر رہے ہیں۔ مسٹر ایک اپنے راہوار کی گردن پر تھکی دیکر کہا۔
ڈیوئی! آج تو اس کو ہستانی سلسلے کوٹے کر کے تھارن ٹھیسل کی سڑک چلنا
پڑے گا۔ دیکھتا ہے تو مجھ تو رزورڈ کا ساتھ دیتا ہے یا نہیں۔ تو ہمارے ساتھ ان بلند
ٹھارٹون کی بھانکنا اٹھائے گا۔

رابرٹ ہنر و زب۔ کیون نہ اوٹھا لگا۔

ایلیک - بیچارے گھوڑے تک گئے ہیں۔ کیسی سخت منزل ہے۔ ہوا بچھڑ جاتے ہیں۔

راہبرٹ ہنزوز - نہیں سہرا یہ کچھ دلائی گھوڑے نہیں ہیں۔ ان میں ہندو کا خون ہے۔ کاٹیاوار کی نسل مشہور ہے۔ ایک دن میں پچاس ساڑھ میل چلنا ان کے نزدیک کچھ حقیقت نہیں۔

راہبرٹ ہنزوز نے اتنا کہا تھا مسٹر ایلیک ایزدی اور دونوں کے گھوڑے فرارے بھرنے لگے۔ اب یہ اسی خطے میں پہنچے ہیں جس پر پتھری ویر ہوئی آپ انھیں کچھ گودیکو چکے ہیں۔

راہبرٹ ہنزوز - کیوں جناب اس سامنے والے خطے کا کیا نام ہو۔

ایلیک - یہ ایک موقع ہے جسے تھارن پھیل بولتے ہیں۔

راہبرٹ ہنزوز - اور ہو۔ یہی وہ مقام ہے جہاں کے پادری صاحبان اپنی وعظ میں وہ وہ نکات بیان کرتے ہیں کہ سامعین کا دل ستر و جگر اٹھتا ہے ستر یا یہ جھوٹا بیان کس کا ہے ایسے دیر لے مقام پر جہاں جنس عمرانات مفقود ہے کیونکہ کوئی بسر کرتے ہوئے۔

ایلیک - یہاں دیہاتی رہتے ہیں۔ وہ سامنے جو سبزی نظر آتی ہے وہ انھیں کے کھیت کی زمین ہو۔ اسی لیے ان پہلائی لوگوں نے اپنے کھیتوں کے کنارے جھوٹے پٹان ڈال رکھے ہیں تاکہ حفاظت ہو۔ اس موضع کا نام ساہسری ہے یہاں ایک پادری رہتے ہیں کہ تول لین۔

راہبرٹ ہنزوز - پلٹتے وقت دیکھا جائیگا اس وقت چلے چلیے۔

ایلیک - ان سردست ٹھہرنے کا موقع بھی نہیں ہو۔ وہ دیکھو مشرق کی طرف کیسی مٹھا اندھڑی ہو چکی ہو۔

راہبرٹ ہنزوز - اور ہو۔ ہنزوز بارش ہوگی کیسا سیاہ ابر بڑھ رہا ہے۔

ایلیک - جو ستر و جگر اٹھتا ہے چلیں اب اسٹو پائی سے تتر بھوچیں۔

راہبرٹ ہنزوز - (گھوڑے کو روک دے کر) بیشک پانی آگیا تو تپت ہو جانا پوچھ لیا۔

ایلیک - وہ دیکھو سائے سیونی کا جنگل جو کسی پنبی پنبی خوشبو آ رہی ہے۔ چلو سیونی کے درخت میں طعس چلین وہاں پانی سے آرام کچھ نہ کچھ لی ہی رہے گا۔
 رابرٹ - کاش ایسے مقام ہو کوئی مکان ہو تا تو خوب ہستی۔

ایلیک - یہاں کی زمین بلندی پر ہے اور سیونی کا جنگل نشیب میں ہے۔ اس لیے صاف نظر نہیں آتا ممکن ہو کوئی مکان رہائش کے لیے لمبائے۔
 رابرٹ - میری طبیعت ایسے مقاموں کو بہت پسند کرتی ہے۔ قدرت نے ایسے مقامات کو کیسی خوبیاں عطا فرمائی ہیں۔

ایلیک - سنتے ہیں یہاں بھی ایک بادری رستے ہیں بجائے فرشتے آدمی ہیں وہ ان کی عقیدت کا دم بھرتے ہیں۔ ممکن ہو ان کی وجہ سے کچھ آرام لمبائے۔
 رابرٹ - ہنر و زہ - اُن اودہ - بڑے غضب کا ابرا رہا ہو۔

ایلیک - اگر بانی نہ برساتو کیا کہنا۔ کیسا خوشگوار موسم ہے۔ ہوا کی عطریں بھونکوں سے دھکی دھکی جاتی ہے۔
 دیکھتے دیکھتے گھنگھور گھٹائیں چھا گئیں بڑے تار و رختوں کی چھنگیوں سے بادل کی تین ملی ہوئی دکھائی دے رہی ہیں۔

مسٹر ایلیک باتوں میں کچھ ایسے اُٹھے ہوئے تھے اُٹھیں سیونی کے جھنڈے بھی دیکھا نہ رہا جہاں پہونچا اُنھوں نے بادری صاحب نے کا ارادہ کیا تھا۔
 گھوٹے فرمائے بھرتے روٹن چلے جا رہے تھے کہ ابر کی گج نے اُٹھیں چوٹک دیا۔ اُنھوں اُٹھا کر دیکھا معلوم ہوا سیونی کا جھنڈا اور گر جا گھوٹا سرک بے طور تھے چھوٹ گئی ہے اب یہ فکر لگی کہ رستے میں بادری سے ملاقات کرنا لازمی ہے۔ رابرٹ ہنر و زہت کہا یا رستہ۔ راستہ بھول گئے جلیو لیٹ چلین۔۔۔ ورنہ پانی سے بچنا محال ہو جائیگا۔

رابرٹ ہنر و زہت اور مسٹر ایلیک ایک فیمل نے باگ موڑ دی اور اوس سیونی کے کنج کے پاس پہونچ کر زیر غل کھڑے ہو گئے۔
 رابرٹ ہنر و زہت - (گھوٹے سے اتر کر) اگر پانی پڑے تو یہ درخت پہلا جھیل ہو سکتا ہو۔

ایلیک - میری رائے میں یہاں ٹھہرنا بہتر نہیں۔ ضرور پریشانی ہوگی۔ وہ

سائے گر جانظر آ رہا ہے۔ وہاں آرام ملے گا۔

راہیڑ - نہیں۔ ذرا تھکاوٹ مٹالینے دیجیے۔ ہوا تند ہوگئی ہے۔ تعجب نہیں مطلقاً
ہو جائے اگر کھڑے ہوا اور اسے لیے جا رہی ہے۔ یہ گفتگو ہو رہی رہی تھی دیکھا کہ جے کا
پادری ہاتھ میں سیوٹی کا پھول لیے خروان خروان آ رہا ہے۔

ایک ایک - لیجی پادری صاحب ادھر ہی تشریف لارہے ہیں۔

یا قریبی۔ (قریب آکر) آہا۔ آپ لوگ کمان بھول پڑے۔

آپ کی زیارت کھینچ لائی۔

پانچویں - زینہ نسبت - پاک مسیح آپکا بھلا کر۔

ایک - پروٹسٹنٹ کیا ہے۔

یاد داری۔ یہ سینوں کا بھول ہے۔ ہم جنگلیوں کو ان بھولوں ہی سے کبھی ہے
ان کی خوشبو میں بیٹھے ہوئے عبادتِ خدا کیا کرتے ہیں۔

ہوا۔ ایک جھوٹے تیرنمی سے چل رہے تھے۔ ابرو کے لگے سنسنائی ہوئی ہوا میں

شرق سے مغرب دھاوا مارنے چلے بار ہے تھے وہ اندھیاری عوام بھی کچھ دیر پہلے

چھائی ہوئی سختی دور ہونے لگی۔ آسمانی سطح صاف ہوتی جاتی ہے۔ ایک نیک

نے کہا۔ یقیناً پانی نہ رہے۔

پادری - فلاں ہے کی آپکا مکان قریب ہی ہے۔ چلئے آرام کیجیے۔

ایک - اپنی من عنایت کا شکر ہے -

یا قوری۔ اس آندھی پانی کے وقت کہاں جاوے گا راستہ بہت ہی مخدوش ہے

خدم قدم پر ندی نامے کا اکل بین۔ سخت تکلیف ہوگی۔

ایک ایک کام در پیش ہی بیان سے کچھ فاصلے پر اپنے مقصد برآری کی کچھ امید

پانی جاتی ہے۔

پاورچی - بنیاداروں کو روزی کا کام درمیش رہتے ہیں۔ مگر وقت بھی دیکھ لینا

نازنی ہوتا ہے۔ موسم خراب ہو۔ راستہ بھی مخدوش ہے ایسی حالت میں آپکا

جاننا بہترین معلوم ہوتا ہے۔ آج شب بحرِ پیدیں ٹپک رہی۔ کل علی الصبح جل دیا گیا۔

ایمان۔ کوئی فکر نہیں، انشاء اللہ جلد ہیٹ آئیں گے وہ دیکھی مشرقی افق بالکل

صاف ہو گیا۔ اب یقینی پانی نہیں برے گا۔
 پاوری۔ ہاں امید تو ایسی ہی ہے۔ اب بھٹ گیا ہے۔
 ایک۔ پھر مجھے جانے دیجیے۔ کوئی ایسا راستہ بتائیے ہم بہت جلد ساہری
 میں پہنچ جائیں۔

پاوری۔ پس یہ سمجھ لو وہ سانس دھتوں کے جھڑ نظر آرہے ہیں اونکے ساتھ
 میں ایک چکروارچی سڑک ساہری کو نکلتی ہے ادھر ادھر دربابہ رہا ہے۔
 ذرا سنبھلے ہوئے جائیگا۔

ایک۔ بہت خوب رخصت کیجیے۔ پھر زیارت نصیب ہوگی۔
 پاوری۔ بسم اللہ۔ تشریف لے جائیے۔ نگر نکھاس بات کا سخت افسوس ہے
 آپ کے ساتھ جا نہیں سکتا۔ یہاں ایک بیمار بڑی آئی ہے اسکی داشت کو
 کرتیگا۔ ورنہ آپ کو ساہری ضرور پہنچا دیتا۔

ایک۔ نہیں جناب! آپ جائیں اور اس دورینہ کی نگہداشت کریں ہم
 چلے جائیں گے۔

یہ کہہ کر ایک میک فیل نے راس ٹھالی اور اسی سڑک کا راستہ لیا جس
 پاوری نے کہا تھا۔

بادل چھٹ گیا تھا۔ پانی کا خوف بھی چنداں نہ رہا تھا۔ ایک سا میک اور
 رابرٹ ہنرور آگے بڑھ کر خلیستان کی اورت میں ہوئے۔ ادھر پاوری صاحب
 جب تک ایک اور رابرٹ ہنرور نظر آرہے تھے دیکھا کیے بعد اچھون نے
 بھی اپنے مکان کا راستہ لیا۔

برقمر بریس تو ایک ایسے مقام پر والدی شہ ہے جہاں کوسوں تک نالہ
 کی شکل نظر نہیں آتی۔ اور نہ کھیتی کا بہتہ۔ جھیل۔ تالاب۔ نہ گستانی ٹیلوں کے سو
 اور کوئی سامان ایسا نہیں جس سے اس غریب کا دل بھل سے۔ جس طرح کسی
 طوفان زدہ یا حوثات سے ستا ہے وہ سارے شہر کی حالت ہے۔ یہ وہ کیفیت ہے
 مقام کی ہے چند و بوم کا استغیانہ کیا رہیادوں کا رستا عرق ہے چمکی کرخت
 کو از سے خواہ مخواہ دل دہل اٹھتا ہے۔ اپنے چالے کے دوست انسانی صورت

دیکھنے کو آنکھیں ترس جاتی ہیں۔

اد فلک ستانی سب بریں خدایا جانے میرے قدر میں کیا لکھ دیا گیا ہے۔ کیا تو مجھ کو
ہے ایک ایک فیل تیری آفت میں بن چھاتا ہو گا کیا وہ چُپ بیٹھا ہو گا۔ نہیں
اُسے بھی تیری آفت میں آوارہ گردی اختیار کی۔ قصبہ۔ دیہات۔ شہر کون ایسا تھا
ہے جہاں اسے تجھے تلاش نہیں کیا۔ افسوس اُسکی محنت برباد ہوئی جاتی ہے اور
تیرا سراغ نہیں لگتا۔

ناخون! دیکھا آپ نے وہ عشق و محبت کا بندہ مسٹر الیک سا بیری کے ریگستان کا
خاک اوڑھتا ہے نیل مرام واپس آیا ہے۔ سود اسے عشق کے ذرے اس کے خون
میں لے لیے ہیں۔ بڑی تیزی کے ساتھ سارے جسم میں دوڑ رہی ہیں اور وہ دیوانہ وار
ٹپ ٹپ کرنا شروع اپنے دل سے گلو گے آواز میں بک رہا ہے۔
”پیارے بیری! کہاں ہو۔ یہ کون ہے۔ دیکھو تمہارا عاشق کس حسرت و
مجبوری سے جان لینے پر آمادہ ہے۔ اُن جان بھی نہیں نکلتی۔ لے فرشتہ
اجل کیا تو میرے ساتھ تھی بھلائی نہ کرے گا میرے جسدِ فانی سے اس جان چھینا
کو نکالے۔ فرقت کی آگ سے یہ نہ تن چھکا جاتا ہے۔ پاک مریم رحم
اپنے بندے کو اُسکی دلربا سے ملا دے۔

حضرات! یہ بہادر وہی شیدائے تلج برطانیہ اور وفادار قوم انگریز ہے جس نے
خون میں ہندوستانی گرمی موجود ہے۔ یہی اپنے وطن کا نام اُچھالنے کے لیے
قید خانے کی بیڑیاں توڑ کر نکلیا۔ اسی نے ملکی غیر غلامی اور قوم پرستی کے
آئینہ میں کئی جینوں کا خون کر ڈالا۔ اسی ہمارا جہ بیکانیر کے ہمارے شہر میں
کے جو ہر دکھائے۔ اس وقت کس حالت میں دکھائی دے رہا ہے۔ آج اُسکی نا اہل
حالت دیکھ کر رونا آتا ہے۔ لے عشق۔ اور اسے محبت تیرا براہ ہو۔ اُسکی حیران قلبی
اور حسرت و ناکامی کی باتیں سن کر کلیجہ پگھلتا ہے۔

الغرض کرنل الیک اپنے خیالات میں اُبھا ہوا سا بیری کی بستی تک پہنچ گیا
حلقہ چشم سے اشک حسرت نکل نکلا کر تریکے دینے لگے۔ دل بیٹھا جاتا تھا۔ اور
اُسکا رفیق جانور جسکی پشت پر سوار تھا آہستہ آہستہ چل رہا تھا۔ اسے یہ سننے

سے کچھ چابک سوار دکھائی دیے۔
 کرنل ایک نئے ٹاپون کی صدا سنکر آنکھ اٹھائی اور کچھ سوچ کر اپنا گھوڑا آگے بڑھاتا
 اپنے مسافر رابرٹ ہنرور سے کہا۔
 اوہو تم نے دیکھا یہ تو خاص ہمارا صاحب کے باڈی گارڈ کے سوار ہیں۔ چلو ان
 برن فورڈ کے حوالی کی خبر دریافت کریں۔
 کرنل ایک اپنے دوست بائرن ہی کر رہا تھا اتنے میں ان سواروں نے اگر
 چاروں طرف سے گھیر لیا۔

ایک سوار آگے بڑھ کر اپنی زبان کی جولاہی دکھانے لگا۔
 سوار۔ افسوس! ہم نے کچھ بھی شیب و دراز کا خیال نہ کیا۔ ہمارا صاحب
 جھپون سے نکل کر بیڑوں کے سنگیوں پر پڑے بغات دلائی اور جھپون سے ہمارے
 گذشتہ باتوں پر خاک ڈال کر یحییٰ بھرائی عہدے پر ممتاز کر دیا جس کے ذائقہ تم سمجھ
 گئے تھے۔ حیف اب ہم انھیں کے خلاف بہانہ کے لوگوں کو ابھار رہے ہو۔ جرم اسوہ
 سے تعلقات بڑھنے کی خبر ہمارے ہمارا صاحب کے قانون میں ہو چکی ہے۔ غیب حیرت
 اور استعجاب کے سوا کیا کہا جائے۔ ابھی تک تو آپ ہم سے بالادست چلے آتے تھے
 مگر اب آپ کے بدترین خیالات آپ کو بتی کی طرف لے جا رہے ہیں۔ دیکھیں انجام
 کیا ہوتا ہے۔

کرنل۔ ہنن۔ ہنن۔ ان کلمات سے میرا کلیجہ چھلنی ہوا جاتا ہے کیونکہ ایسی
 باتیں کہنے ہو میرے نام میں بڑھ گئے گا۔ میری وفاداری پر پانی پڑے گا۔ خدا جانتا ہے
 میں بالکل بے قصور ہوں۔ مجھے مطلب خبر ہنن۔ شاید کسی دشمن نے ہمارے
 شکل ہمارا چہرے کان بھر دیے ہیں۔ خبر میں تمہارے ساتھ چلتا ہوں۔ ہمارا چہرہ کو
 اختیار ہے جو چاہیں سناں کریں۔

ایک سوار نے کرنل ایک کے سامنے رہ کر اسے اتار دیا اور اس کے پاس ایک
 بار برداری کے ٹوپر سوار کر کے برن فورڈ کے گورجے کی طرف لے چلے۔

باب تیرھواں

ایک تنگ راستہ

جس دن ارکھرو وچ ہسپتال تائین مس بریس کی چھاتی پر سوار تھا تو کچھ مس بریس کی چھاتی کی رستی دراز تھی اس لیے پادری کے یکایک آجائے سے اس کی جان بچ گئی اس دن سے اب تک پندرہ روز کا زمانہ ہوا ہوگا۔ آج موقع موقع کے ارکھرو وچ میں کرنل ایک کی گرفتاری کا چرچا پھیل گیا۔ یہ قصہ ارکھرو وچ کے بچے سن لیا۔ ہفت اسکا دل نئے جذبات سے سروں ہو گیا اس نے سوچا میرا قریب جو ہر وقت دل میں خار کی طرح کھٹک رہا تھا مہاراجہ یکایک کی اجازت سے دفع ہو جائیگا۔ عجب نہیں وہ ہلاک ہی کر دیا جائے۔ اب اس کا خیال کرنا بے سود ہے۔ اور میں کیسا خوش نصیب ہوں۔ مس بریس سے کھونکا جس کے گھنٹہ پر بھولی ہوئی تھی اس کا تو خاتمہ ہو گیا۔ اب اپنے چاہنے والوں میں مجھے غوراً انتخاب کرے۔

یہ سوچ کر وہ اس صحنہ دوشیزہ کے پاس آیا اور اُسے سا کر پادری صاحب کے حکام ہمارے ارکھرو وچ۔ تم تو دیہات میں رہتے ہو۔ اور دیہات بھی وہ جہاں آدمی کا نام نہیں بچھین کیا خبر۔ فرانس میں کیا لچل چلی ہوئی ہے۔ سلطانی قلمہ میں کیا ہو رہا ہے۔ پادری۔ بس اس قدر جانتا ہوں جرمن فرانس پر چڑھ آئے ہیں۔ یہاں بھی جنگ کی نظائریاں ہو رہی ہیں۔ اور مجھے جنگ کے متعلق تفصیلی حالات معلوم کرنے کی ضرورت ہی کیا ہے۔ سچا ہے ہندوستان نے اس جنگ میں کافی سے زیادہ درد دی۔ ہندوستانیوں نے انگریزوں اور فرانسیسیوں کے لیے اپنی جائیدادیں وقف کر دی ہیں۔

ارکھرو وچ۔ بیشک اس جنگ کے ہندوستانیوں کی پوزیشن بڑا کمزور ہے۔ انہیں شرفیاء خون ہے۔ مگر میرا اس سے مطلب نہیں۔ جناب ایک تازہ شلوغ ہو گیا ہے۔ پادری۔ وہ کیا۔ میں اپنے گرجے سے باہر تو جاتا نہیں اور نہ مجھے فرخوات بائین سننے کا شوق ہے۔ ارکھرو وچ۔ کرنل ایک کو تو شاید آپ جانتے ہو گئے۔

پادری۔ ہاں۔ ہر ہائیٹنس ہمارا جہ بیکانیر کی فوج کا کوئی دلاؤ رکزنل ہے۔ ہمارا
صاحب اسے بہت عزیز رکھتے ہیں۔

ارٹھر ویتج۔ پہلے وہ اپنی بد چلنی کی علت میں ماخوذ ہوا تھا اب اسے بغاوت پر
کمر باندھنی ہی نہیں جاسوسوں سے کچھ سچھ ہو گیا ہے اس لیے ہمارا جہ صاحب اگر
گوئی مارینے کا حکم صادر کر دیا۔

پادری۔ تعجب ہی۔ مگر وہ تو وفادار تاج برطانیہ اور انگریزوں کے بڑے بھلا
ہوا خواہ تھے۔

ارٹھر ویتج۔ کبھی ہونگے۔ البتہ یہ سمجھا جا رہا ہو کہ اسی شخص نے جرنل
سازش کی اور وہ عقربا پیرس پر حملہ کرنے والے ہیں۔

پادری۔ لیکن اسکی کیفیت ہمارا جہ صاحب کو معلوم کیونکر ہوئی۔

ارٹھر ویتج۔ جیسا ایسی باتیں کہیں بھی رہ سکتی ہیں۔

پادری۔ پھر بھی کسی نہ کسی نے جا کر ایک کی انتھارہ انتھارہ لگائی ہوگی۔

ارٹھر ویتج۔ آپ جانتے ہیں۔ سو دوست۔ سو دشمن۔ کیا جانے کس
جاسوسی کی۔

ناظرین! یاد رہے یہ سب بدوہاشی غور و تہ و تبحر کی تھی اسنے جا کے ہمارا
صاحب کے کان بھر دیے اور دو ایک بنے ہوئے جاسوس سامنے کر دیے۔ جیسے

ہمارا جہ کی بدگمانیاں ترقی کر سکیں۔ اور مجبور ہوئے کرنل ایلمک کی گرفتار
حکم دیدیہ۔ اب یہاں سے بریس پر قابو جانے کے لیے پادری صاحب سے

جھوٹ سیج باتیں اوڑا رہا ہے اور سمجھتا ہے کہ بریس بھولی بھالی دھکی ہو جیہ
سننے کی کرنل ایلمک ناخوذ ہو گئے اور اب وہ قتل کر دیے جائیں گے تو بچا

دن اور اس رہے گی۔ جب طبیعت کی پڑ ہوگی شے گی اور کچھ سکون ہو گا۔
اپنی جاہ و بیانی سے اسے بت کو باسانی رام کر سکے گا۔ مگر یہ نہیں گئے مس

اتنی بھولی اور سادہ مزاج نہ تھی جتنی ارٹھر ویتج کے خیال میں سمجھی جاتی ہے۔
ارٹھر ویتج کی باتوں کی برداشت وہ سمجھ لگی یہ بدوہاش اپنی فطرت سے مجھے قافہ
لانا چاہتا ہے۔ اسنے ہتھ کر لیا اگر اسنے پھر پھر زبردستی کی تو اپنی جان دے

طے کرتے جاتے تھے۔ کچھ دیر بعد ایک نائے کو پار کر کے ایگر برٹن شہر میں
 یہ دونوں داخل ہو گئے۔
 گھوڑے تھک گئے تھے۔ راستہ بالکل سنسان تھا ہر طرف سنناٹا۔ ہوکا کا
 کرنل الیک اور رابرٹ ہنر وز ذرا سے کھٹکے پر ادھر ادھر اس خیال سے دیکھ رہے تھے
 کہ کوئی سافر پھولا جھٹکا نظر آجائے۔ تو اس سے راستہ دریافت کر لیں۔
 اسی فکر میں غلطان بچان کی کوس بٹکے کسی انسان کی بوتل نہ سونگھائی دے
 دونوں خاموشی کے عالم میں چلے جاتے تھے۔ مغرب کا وقت آ گیا تھا۔ آفتاب
 غروب ہونے میں کچھ ہی کس باقی تھی۔ اتنے میں دور سے ایک موقع دکھائی دیا۔
 پھر کیا تھا مراد ملکی۔ گھوڑے اسی طرف ڈال دیے گئے اور چشم زدن میں ایسی
 جگہ پہنچ گئے۔ جہاں کئی رہنما کھڑے ہو کر باہم گفتگو کر رہے تھے۔
 کرنل الیک ٹوٹی اوتا کر سلام کیا۔ اور پوچھا۔
 جناب! کیا آپ بتا سکتے ہیں۔ یہ راستہ کدھر نکلیا ہے۔

ایک نے جواب دیا۔
 ”اس وقت آپ کے قدم ایگر برٹن کی سر زمین میں ہیں۔ اور یہ راستہ چکر
 کاٹا ہوا دروڑ کو نکل گیا ہے۔ لیکن آجکل جنگی کارناموں کے سبب بہت ہی
 محذو ش ہو رہا ہے۔ جرمون کی پہرلی گیسوں نے اس خوشنما شہر کو بالکل ہی برباد
 کر دیا ہے۔ اگر آپ ورن کو قطع نظر کر کے کسی اور طرف جانا چاہتے ہوں تو اس
 سامنے والی شرک پر ہو جائیے۔ یہ مقام ابھی تک جرمون کے آتشبار گولوں سے
 بچا ہوا ہے۔ ادھر کسی طرح کا خوف نہیں ہے۔
 کرنل الیک۔ دروڑن یہاں سے کتنی سافتب رہے۔
 رہنما دار۔ ہا میل۔

ایلیک۔ وہاں کا کچھ حال بیان فرمائیے۔ کیا اب بھی گولہ باری ہو رہی ہے۔
 رہنما دار۔ جس وقت وہ پرس کی لڑائی ہو رہی تھی۔ جرمون نے جاپا ہاری لائن کو
 کو توڑ دین۔ چنانچہ پھولا کھڑ فوج لاکڑ الدی اور گولہ باری شروع کر دی۔ روزانہ
 صد ہا نفوس تلف ہونے لگے۔ بڑے بڑے درخت جل کر خاک ہو گئے۔ اس

ملے کرتے جاتے تھے۔ کچھ دیر بعد ایک نامے کو پار کر کے ایگر برٹن شہر میں
پیر دونوں داخل ہو گئے۔

گھوڑے تھک گئے تھے۔ راستہ بالکل سنسان تھا ہر طرف سناٹا ہو گا
کنٹرل ایلیک اور رابرٹ ہنر وڈرا سے ٹھٹھے پر ادھر ادھر اس خیال سے دیکھ رہے تھے
کہ کوئی مسافر بھولا بھٹکا نظر آجائے۔ تو اس سے راستہ دریافت کر لیں۔

اسی فکر میں غلطان بیجان کئی کوس نکلتے کسی انسان کی بوتل نہ سونگھائی
دونوں خاموشی کے عالم میں چلے جاتے تھے۔ مغرب کا وقت آ گیا تھا۔ آفتاب
غروب ہوئے میں کچھ ہی کسرتی تھی۔ اتنے میں دور سے ایک موضع دکھائی دیا۔
پھر کیا تھا مراد مل گئی۔ گھوڑے اسی طرف ڈال دیے گئے اور چشم زدن میں ایسا
جلے ہو چکے۔ جہاں کئی زمیندار کھڑے ہو کر باہم گفتگو کر رہے تھے۔
کنٹرل ایلیک نے ٹوٹی ادنا کر سلام کیا۔ اور پوچھا۔
جناب! کیا آپ بتا سکتے ہیں۔ یہ راستہ کدھر نکلتا ہے۔

ایک جواب دیا۔
”اسوقت آپ کے قدم ایگر برٹن کی سر زمین میں ہیں۔ اور یہ راستہ چکر
کاٹتا ہوا دروڑا کو نکل گیا ہے۔ لیکن آجکل جنگی کارناموں کے سبب بہت ہی
محدودش ہو رہا ہے۔ جرمون کی پہرلی گیسون نے اس خوشنما شہر کو بالکل ہی برباد
کر دیا ہے۔ اگر آپ درون کو قطع نظر کر کے کسی اور طرف جانا چاہتے ہوں تو اس
سانے والی سڑک پر ہو بیجیے۔ یہ مقام ابھی تک جرمون کے آتشبار گولوں سے
بچا ہوا ہے۔ ادھر کسی طرح کا خوف نہیں ہے۔
کنٹرل ایلیک۔ درون یہاں سے کتنی مسافت پر ہے۔
زمیندار۔ ہا میل۔

ایلیک۔ وہاں کا کچھ حال بیان فرمائیے۔ کیا اب بھی گولہ باری ہو رہی ہے۔
زمیندار۔ جسوقت وہیں کی لڑائی ہو رہی تھی۔ جرمون نے چاہا ہمارے لائن کو
کو توڑ دیں۔ چنانچہ چھ لاکھ فوج لاکر دلدی اور گولہ باری شروع کر دی۔ روزانہ
صد ہا نفوس تلف ہونے لگے۔ بڑے بڑے درخت جل کر خاک ہو گئے۔ اس

منظر کو مین نے اپنی آنکھ سے دیکھا ہے۔ غور تو نوجوان کو جلاتے اور مردوں کو اپنی جانیں بچانے کے لیے تڑپتے دیکھا ہے۔ تمام مکانات جل رہے تھے۔ ہر وقت شل کے گولے گرتے اور پھٹتے تھے۔ سوائے خدا کے اور کون جان سکتا ہے کہ کتنے نفوس اس آگ میں ٹھہلس گئے۔ ابھی تک جرمنوں کے افسر اس لائن پر مستعد ہیں۔ ہمارے برطانوی اور فرانسیسی دلیران بھی جرمن مداخلت کے لیے سرگرم کوشش کر رہے ہیں۔ یقین ہے انھیں تباہ کر کے چھوڑینگے۔ کیونکہ ہم حق پر ہیں۔ خدا ہماری مدد کرے گا۔

ایلیک۔ کیا مہربانی کر کے اس قدر اور بتانے کی زحمت گوارا کر سکتے ہیں انگریزی لشکر کس جانب ہو۔ اور ہم کس راستے سے جائیں جو ان کے کمپ مین با آسانی داخل ہو سکیں۔

زمیندار۔ اول تو یہی رائے یہی ہے اور ہر کا قصد ملتوی کیجئے کیونکہ جنگ کے شعلے بھڑک رہے ہیں ان شعلوں میں دانستہ نوجوانوں کو قدم رکھنا مناسب نہیں معلوم ہوتا اور اگر آپ جانا ہی چاہتے ہیں تو یہی راہ اختیار کیجئے۔ یہ راستہ دروٹن کی گھاٹیوں سے ہوتا ہوا قلعے کے بڑے پھاٹک تک پہنچ گیا ہے۔ ادھر دیکھئے وہ سامنے ایک ٹیلہ سا نمودار ہے۔ اُس سے بیس قدم آگے ایک دو راہہ ملیگا ایک دائیں جانب کی راہ اختیار کریں بائیں جانب جرمنوں کا کثیر لشکر بڑا ہوا ہے۔ اچھی طرح ذہن نشین کر لیجئے۔ انگریزی اور فرانسیسی فوج جنوب و مغرب کی لائینوں پر پھیلی ہوئی ہے۔

ایلیک۔ (غوطے میں جا کر) انگریزی لشکر کا سردار کون ہے۔

زمیندار۔ یہ تو معلوم نہیں بڑے بڑے افسر۔ میجر۔ سارجنٹ۔ سوار اور پیدلوں کی درویان ایک ہیں۔ اور اس امر کا بھی گھانا گیا ہو کہ کسی جلیل القدر افسر کا نام نہ ہونے پائے۔ جرمن جاسوس تاک میں لگے رہتے ہیں۔

جس افسر کا نام سنا فوٹ لے لیا اور یہاں جہازوں یا کسی عیاری سے خبر ملی **ایلیک** خیر جانے دیجئے دیکھا جائیگا۔

آفتاب غروب ہو گیا تھا۔ دونوں وقت رمل رہے تھے۔ یہ شیر دل کرنل ایک

انگریزی لشکر میں پہنچ گئے۔ ایک اسٹاف افسر نے کھڑا تھا۔
ان کے رہنے والے ہو اور یہاں کیوں آئے۔

راوطن ہندوستان ہے۔ ہم لوگ تاج برطانیہ برجان قربان کرنے آئے ہیں
جاہیں اپنے لشکر میں بھرتی کر لیں۔

یہ دوسرے کام کیوں نہیں پسند کرتے ہو۔ یہاں تو جان کا سودا
بے توجہ کی ضرورت نہیں۔

جناب عالی! ہمارا ملک تاج برطانیہ کا شیر لائی ہی ہم ان پاپ دادوں کے
بے وقوف ملک اور اپنے بادشاہ کے لیے ہمیشہ جاہیں وقف کر دیتی ہیں
دلی سے کام لیں۔ خاص کر جب ہم دشمنوں کو اپنے ملک و قوم پر یورش
لیتے ہیں اس وقت خواہ مخواہ ہمارے خون میں گرمی آجاتی ہے۔ ہم کسی طرح
لاستے۔

یہ بہادر نوجوان معلوم ہوتے ہو۔ اگرچہ میں نے ایسے نوجوان بھی دیکھے ہیں
بنگ سے ہٹاگ کھڑے ہوتے ہیں۔
- گر میں میدان جنگ سے بھاگنے والا نہیں۔

پچاس وقت کا انتظار کرو جب گوئے تھا سے اس پاس گر رہے ہوں گے
کے زہریلے ریزوں سے تھا سے میں ویسا راکھی ہلاک ہو رہی ہوں گے۔
- کچھ پروا نہیں۔

اسی قسم کی گفتگو ہوتی رہی۔ آخر میں کرنل ایلیک اور رابرٹ ہنزوکچ
ان کے جعبہ ر بنا دیے گئے۔ دوسرے دن صبح ہو رہی تھی۔ آفتاب
نوع نہیں ہوا تھا۔ کہ جنرل اسٹاف افسر اپنی پلٹن کو لیے ہوئے۔
خطہ و حرب توڑنے کے لیے مستعد ہو گیا۔ ملک و قوم پر جان نثار کرنے
در کرنل ایلیک اپنے دوست رابرٹ ہنزوکچ کو ساتھ لیے اپنے فسر کی
بڑا ہوا ہے۔

ناظرین کو جان لینا چاہیے۔ کرنل ایلیک نے نام مسٹر نام بدل دیا۔
اور فرانسیسی ٹالین سمندر کی طرح پھیلی ہوئی کولہ باری کر رہی تھی۔ اور

اُدھر سے جرمن کلدار تو پین گویا ان برساتی تھین۔
 دو تین گھنٹے میدان حشر بہار ہاٹام کو معلوم ہوتا تھا۔ اس لگیر آتشباری سے کوئی
 بچ کر نہ جا سکے گا۔ اوسنے جلا کر گھا۔
 ”یہ آتش حرب کبتک مشتعل رہے گی۔ کیا ایک منٹ کو بھی خاموشی ہوگی۔
 افسر۔ کوئی گھرانے کی بات نہیں ہو۔ ہماری تو پین بھی اُن پر بیسی ہی آتشباری
 کر رہی ہیں۔ جیسی ہم پر آگ برساتی جا رہی ہے۔
 ٹام۔ تجھے ذرا بھی پروا نہیں۔ بشرطیکہ تجھے کام کرنے کا موقع ملے۔
 افسر۔ وہ وقت بہت جلد آئیو والا ہو کہ ہم کو تلو کام کرنے کا موقع ملے گا۔ دیکھا تم نے
 آتشباری موقوف ہو گئی۔

یہ ایک طرفین سے خاموشی نظر آئی۔ جس کے چند سکند کے بعد ٹام نے ایک حکم
 سنا۔ اب کیا تھا۔ انگریزی بٹالین کو حرکت ہوئی اور سپاہی سنگین تان کو
 چل کھڑے ہوئے۔ تلوارین میان سے نکل پڑے۔ سنکینوں کے وار ہوئے۔
 اسوقت ٹام کا دل ہاتھوں بڑھا ہوا تھا۔ وہ شمشیر ابدار چکا تا ہوا جرمن
 بٹالین میں گھس پڑا اور جرمن صفین اُسے لگن لائٹن چھوڑ دی۔ انگریزی اور
 فرانسیسی رجمنٹوں نے کچھ دور تقاب کیا اور کچھ گھنٹوں کے بعد واپس آئے
 جرمنی خطوط جنگ پر انگریزی قبضہ ہو گیا۔

اس قومی جنگ میں ہمارے دلاور کرنل ایک کے ہاتھوں قریب دو سو
 جرمن کلیت رہے تھے جنرل اسٹان افسر نے ان کی بہادری کا افسانہ کا نڈرا نچھین
 کو لکھا اور وارس ٹیلیگراف کے ذریعے ہمارا جہ بیکانیر کے گوش گزار کر دیا کہ ملک
 ہندوستان کے ایک بہادر ہندوستانی جو کسی زمانے میں ہمارا جہ بیکانیر کے
 اسٹان میں کرنل تھا۔ اُسے بہت بڑی جسارت دکھائی۔ لہذا یہ فتح ہمارا جہ
 بیکانیر کے نام نامی پر شائع کی جاتی ہے۔ دوسرے انسان کا کام تھا کہ مہاتما
 بیکانیر کے بہادر کا سقا بلکہ کرنا۔ اُسے چالیس ہزار جرمنوں کو شکست فاش دی۔
 ہمارا جہ صاحب اُسی وقت جنرل اسٹان کے نام تار دیا ہمارے اُس سبز پوش
 سادہ کو اسی دم ہماری رجمنٹ میں بھیج دو۔ ہم اوسے دیکھا جاتے ہیں۔ دو برس

حقوق وحدود کو مد نظر رکھتے ہوئے جس دلیری اور انیاء نفسی سے لڑ کر اور دشمنوں کو شکست دی اور اسکا اعتراف ہماری عنایات میں جو ایسے جان نثار بہادروں پر ہوتا آئی ہیں کر سکتی۔
الغرض کرنل ایک سرٹام کی منع میں ہمارا جہ آفت بکائیر کے روبرو پیش کیے گئے۔ بنا ہوا رابرٹ ہنزوز بھی ساتھ ہے۔ اس کے بعد جو کیفیت ہوئی اسکا ذکر ہم کسی آئندہ باب میں درج کریں گے۔

باب پندرہواں

ایک بیگناہ کا خون

ریگستان میڈانوں میں گشت لگاتا ہوا ارتھرونج نے مس بریس کو ایک خالی فضا والے حرفتی قبے میں پہنچا دیا جسکا نام ویلز تھا۔ وہ ایک بست مکان میں اتار دی گئی جس کے دروازے پر رنگین حرفوں میں لکھا ہوا تھا۔ "بنگ نسن کرٹھین ایلسوی الین ڈوٹین دن تک مس بریس کو بڑی وحشت رہی وہ ارتھرونج کے صلی ارادوں سے واقف تھی اس لیے ہر وقت صاف جواب دینے پر مستعد تھی۔ گوراستہ کی تھکاوٹ سے مضمحل ہو گئی تھی۔ اٹھنا بیٹھنا حال تھا۔ مگر مت کا تیز خون اسکی رگوں میں سرعت سے دوران کر رہا تھا۔ اسکی سٹھی طبیعت ارتھرونج کی باتوں میں کب آنے والی تھی حفاظت خود اختیاری کے لیے دیر بردہ کوئی نہ کوئی حربہ سینے سے لگائے رکھتی تھی۔ طرح طرح کے فاسد خیالات اس کے نازک گلجے میں درارین پیدا کرتے جاتے تھے دیکھیں وہ موزی کس حیثیت سے پیش آتا ہے۔

ویلز میں پہنچ کر ارتھرونج ایک بڑھے پوسٹے ملا اور خدا جانے کیا کیا چوٹ سچ باتیں سمجھائیں کہ اُسے اس کے مقصد میں کامیاب کر دینے کا ذمہ لے لیا اور کہا۔ ایک ہفتہ کے بعد آپ کا عقد سینٹ میری کے گرجے میں ہو جائیگا۔ لیکن یہ فرمایے میری سٹھی بھی گرم پیچھے لگا۔
ارتھرونج۔ (جیب سے چمڑے کا بطورہ نکال کر) جناب اسودت یہ

اس کام کا نعم البدل ہیں۔ ماورا اس کے جسوقت میں اپنی گلفام معشوقہ کو لیکر
مکا پر پہنچا تو نکال مالا مال کر دوں گا۔

آرتھر وینج کے ان کلمات سے بڑھے پوپ کی رال ٹپک پڑی۔ منہ میں بالی
بھر آیا۔ دولت کا نام سننے ہی ٹھنڈی سانس لی اور دل چچ تباب کھانے لگا۔
”صرف اتنا سا کام آرتھر وینج کی شادی اس نوخیز لڑکی سے ہو جائے۔ میں
مالا مال ہو جاؤں گا۔ ادھر ہو۔ کیسا مقدور چمکا۔ روپیہ ہاتھ آئے گا کیسا اچھا طریقہ
ہاتھ لگ گیا۔

اب تو بڑھا پوپ رات دن اسی خلیان میں رہا کہ کسی طرح اس لڑکی پر
تسلط پاؤں اور اُسے راضی کر کے آرتھر وینج کے عقد میں دیدن لیکن مس بیرس
کب ماننے والی تھی۔ اس ذلت کو بدترین گناہ سمجھتی تھی۔ پوپ کی باتوں کا رنگ
کسی طرح نہ چڑھا۔

شام کو آرتھر وینج بڑھے پوپ سے ملا۔ اور پوچھا اُس مٹی طبیعت والی لیدی
پر کچھ رنگ چڑھا یا نہیں۔

پوپ۔ نہیں۔ وہ راضی ہی نہیں ہوتی۔ وہ اپنی آزادی سے قیدی بہتر سمجھتی ہے
آرتھر وینج۔ میں جانتا ہوں وہ سمجھانے بچھانے سے نہیں مانے گی۔ میرے
دل میں بھی ٹھن گئی ہے اس کا خاتمہ ہی کر دیا جائے۔

یہ کہہ کر اپنی بیٹی سے خنجر کھینچ لیا۔ بڑھے پوپ کا خون سے جسم قطر قطر کانپنے لگا
سوچا یہ ضرور اس مہمبین قانون پر وار کرے گا۔ زبان سے کہا۔
بہادر لڑکے! آپ اسے اس طرح قتل نہ کیجیے۔

آرتھر وینج۔ ضرور قتل کر دوں گا۔ آسنے مجھے بہت بچ کر رکھا ہے

پوپ۔ اور کچھ دنوں صبر کرو اس درمیان میں شاید راضی ہو جائے۔

آرتھر وینج۔ یہ تو مانی ہوئی بات ہے۔ کبھی رضا مند نہ ہوگی۔

پوپ۔ مگر ایک مظلوم عورت کا قتل کر دینا قانونی جرم ہے۔

آرتھر وینج۔ معلوم ہوا۔ تو بھی بزدل ہے۔ یاد رکھ اگر اس معاملہ میں رکاوٹ
پیدا کی تو تیرا بھی وہی نتیجہ ہوگا جو اس کا۔

یو پ : (کانپ کر) سنئے۔ سنئے۔ مین تو آکا دیا ہوا اٹھاتا ہوں۔ مجھ غریب کا خون
خون کرنے سے کچھ حاصل ہوگا۔ انسان کو ایسے کاموں کا انجام سوچ لینا چاہئے۔
ارٹھر ویج : سوچے سوچے آج کتنے دن ہو گئے۔ مین کیا کروں اس مہجرت کی
موت ہی پھر پھڑا رہی ہے۔

یو پ : آپ کو کچھ خیال بھی ہو۔ یہاں سے قریب ہی قریب اس میدان
میں سرئی حضور مہاراجہ بیکانیر کا کیمپ ہو کہیں یہ خبر وہاں تک پہنچ گئی۔ تو آپ کی
بڈی لون کا تہ نہ لگے۔ میری رائے میں پھر دونوں اور صبر سے کام لیں۔
ارٹھر ویج : ہنہین پادری صاحب! آپ اسکی سفارش نہ کریں بخدا
جسوقت نظر آجاتی ہے آٹھوں میں خون اتر آتا ہے اس لئے اسکی شمع جیتا
گل ہی کر دینا بہتر ہے۔

یہ کل بائین مس بریس دیوار سے جکی ہوئی ایک سوراخ سے سن رہی تھی
جسم ٹھہر کر رہا تھا۔ وہ سمجھتی تھی یہ مودی ضرور قتل کر ڈالے گا ساتھ ہی اس بات سے
اوس کے دھڑکتے ہوئے قلب کو کچھ تسکین بھی ہوتی کہ یہاں سے قریب ہی کسی
میدان میں رجم کی مجسم تصویر مہاراجہ بیکانیر کا نزول اجال ہو وہاں تک پہنچنے
تین پہنچا دینا گویا موت کے منہ سے نکل بھاگنا ہے۔
مس بریس کو یہ دھن سوار ہو گئی کہ کسی طرح اس سفاک کے بیخون سے رہائی
پا جاؤں تو مہاراجہ صاحب کے کیمپ میں بھاگ کر دم لون۔

ادھر ارٹھر ویج اپنے پھر میں تھا اور مس بریس اپنے خطبہ میں دونوں ایک
جدا افتخ کے دھننے والے تھے۔ ارٹھر ویج نے یہ فیصلہ کر لیا دو ایک مرتبہ اور
اس معاملہ میں تحریک کی جائے اگر ان گئی تو فہما ورنہ قتل کر کے دریائے مالابھ
کے رگستان میں کسی نہ کسی جگہ دفن کر دی جائے گی۔

مس بریس بھاگ نکلتے ہوئے پھر باندھ چکی تھی۔ یو پ کا خیال ان دونوں سے
جدا تھا۔ دماغ ٹھنک رہا تھا۔ غضب ہو ارٹھر ویج اس قبول صورت چھو کر کے
خون کا پیاسا ہو رہا ہے۔ اگر مین اس کے ارادہ سے آگاہ کر دوں اور کہوں تو
یہاں سے نکل کھڑی ہو۔ مگر مین ہو وہ سادہ لوح لوہی میرے اس غم کی کلکیت

آرتھر ویتج سے کہدے۔ اس صورت میں وہ ظالم میری جان کا خواہاں ہو جا لیگا۔ ہنگامہ
ایک اوجھا سا اور میری گردن الگ کر دینے کے لیے کافی ہے۔ اس لیے مجھے لازم ہے
ایسے معاملے میں الگ تھلاک رہوں کیونکہ ان دونوں کے بیچ میں پڑوں۔ البتہ
کسی وقت آرتھر ویتج کو سمجھا دیا جائیگا۔ کسی بیگناہ کا خون کر ڈالنا ہمارا مذہب جائز
نہیں دیتا۔ شاید اس کہنے سننے سے باز آدے۔ اور خدا کو حاضر و ناظر جان کر اس
خون سے دامن آلودہ نہ ہونے دے۔

قاعدے کی بات ہو کہ جو جسکے دل میں آتا ہو کر گذرتا ہے۔ غریب پوٹے اپنے بچاؤ
کا طریقہ نکال لیا اور ایک بے قصور کے خون کر ڈالنے میں ساتھ نہیں دیا مگر سفاک
آرتھر ویتج کو رحم چھو نہیں گیا تھا۔ اُسکی لائے بچتہ ہو چکی ہے کہ اس بد نصیب لڑکی
کے خون کو دینے ہی میں اپنی بھلائی ہے۔

کسی دکھ ستائی کے قصے کو طول دینے میں درود پیدا ہوتا ہے کلیجہ منہ کو آتا ہو
اس وقت مس بریس پر جو عذاب نازل ہونے والا ہو وہ بے رحم اور بے رحمت شخص
کے سینوں میں بھی درارین پیدا کر دیتا ہے۔

کرئل الیک کا دھیان۔ اپنی بے بسی۔ والدین کی جدائی۔ یہ سب بایتن جون
قلب میں نشتر مار رہی تھیں۔ بھلا یہ اذیتیں اُسکے نازک دل سے برداشت ہو سکتی
تھیں۔ اس وقت بھی وہ سفاک مس بریس کے پاس گھسی ڈالے اپنی نثرانی ہانگ
ر ہاتھا۔ اور وہ جلی کٹی سنار ہاتھا جھک سکا اس ماہ بارہ کا دل کباب ہوا جاتا تھا۔

آرتھر ویتج۔ تو اپنی ضد سے باز نہ آئے گی تو یاد رکھ۔

بریس۔ (قطع کلام کر) یاد کیا رکھوں۔ جان جائے گی۔ میں نے تمہارے ساتھ
ایسی ہی دشمنی کی ہے۔

آرتھر ویتج۔ بھلا کوئی ترے ناپاک خون سے ہاتھ بھرنا چاہتا ہے۔

بریس۔ گراب تو وقت آگیا ہے۔ جب ایک بزدلاہست ہمت اور خود مطلبی کے
ہاتھ سے میری جان جانے والی ہے۔

آرتھر ویتج۔ وہ کون شخص ہے بتا سکتی ہے۔

بریس۔ جو کسی عورت کی عصمت کے درپے ہوا بھلا ایسے شخص سے کسی بالکل

عورت کی جان بچ سکتی ہے۔

یہ ایک ایسا پاش پاش کر دینے والا جواب تھا جسکو سُنکر آر تھرو وِج کا سینہ
نگار ہو گیا۔ آنکھ بھی ہو گئی۔ پشیمانی کا عرق چہرے پر آ گیا۔ کچھ دیر اپنے کو
سنہٹا لکر بولا۔

"مٹھاری سمجھ کے قربان۔ میڈم! مجھ ایسا کشیدہ قامت اور صمیم القوی
انسان تم سے محبت کرے۔ اُسے تم عزت برباد کر دینے والا سمجھتی ہو۔ یہ
مٹھاری نادانی ہے اور کیا کہا جائے۔"

مس بریس۔ تو یہ کہو تم میری زلف گروہ کے سودا لی ہو۔ میرے عشق میں دیوار
ہو رہے ہو۔ مگر عشق کے پردے میں دشمنی کرنا تمہارا ہی کام ہے۔
آر تھرو وِج۔ (غصہ سے) کوئی کمبخت ہی دشمنی کی نگاہ سے دیکھتا ہو گیا ہمارا
نودل ۷

دل دے چکے تھے جان بھی دیدتے لے تو

مجبور اس سے ہیں کہ امانت خدا کی ہے

بریس۔ درست ہے۔ آپ کے بڑا ڈو ہی ایسے ہیں جن سے محبت پٹکی
پڑتی ہے۔

آر تھرو وِج۔ بیشک میں یقین چاہتا تھا اور اس قدر چاہتا تھا کہ الفاظ اُس کے
انہار سے قاصر تھے۔ میں سمجھتا تھا بریس سے بڑھکر کوئی لڑکی دنیا میں نہیں ہو
مگر افسوس تمہارا طریق عمل میرے حق میں مفید نہیں ثابت ہوا۔ تم ہمیشہ
نیچی نگاہ سے دیکھتی رہیں۔ ورنہ میں ایسا تنگدل نہ تھا کہ تم سی محسوس کو کسی
زحمت میں پھنسا دیتا۔

بریس۔ زحمت میں پھنسا نا تو درکنار رہا اب تو جان کے خواہاں ہو گئے۔

آر تھرو وِج۔ (کچھ عجیب کر) آج یقین ہو گیا گیا ہے؟
بریس۔ ہو گیا گیا۔ تمہارے ارادوں سے مجھے بھی واقفیت ہے لیکن یاد رکھو
میں بھی یہی چاہتی ہوں کہ کسی طرح تمہاری بد اخلاقیوں سے نجات پا جاؤں۔
جو شخص مرے لئے نہیں ڈرتا اسے جان نہیں پیاری ہوتی۔

آرٹھر ویتج - کیا کچھ ضبط سوار ہے - ؟

پیرس - یہی سمجھ لو -

آرٹھر ویتج - میڈم تم پر میرا حق قائم ہو چلا ہے -

پیرس - حق کیسا - ؟

آرٹھر ویتج - یہی شادی کا -

پیرس - کس طرح -

آرٹھر ویتج - کیا تحقیق معلوم نہیں - کل انتظام کر لیا گیا ہے - پادری صاحب

بھی موجود ہی ہیں -

مس پیرس - گرنجھے منظور ہی نہیں - کیا شادی بین زبردستی بھی

کی جاتی ہے -

آرٹھر ویتج - بس بس - خاموش رہ - زیادہ بکواس نہ کر - تیری صورت

نفرت ہو گئی -

پیرس - اور میرا بھی منشا یہی ہے کہ تو مجھے نفرت سے دیکھے -

آرٹھر ویتج - معلوم ہو گیا - تو اس طرح ماننے والی نہیں -

پیرس - نہیں -

آرٹھر ویتج طیش کھاتا ہوا جگہ سے اٹھا اور کسی طرف چلے یا - اتفاق سے

لوپ بھی مکان پر نہ تھا - آرٹھر ویتج اور لوپ کے منوں سے راستہ صاف دیکھ کر

منس پیرس اٹھی اور اس میدان کا رخ کر دیا بعد نظر مہاراجہ صاحب بیٹا نکرا

کیسپ تھا -

انجی یہ نہیں کہا جاتا کہ وہ کہاں جائے گی اور اس کا قطعی ارادہ کیا ہے

آرٹھر ویتج نے اگر دیکھا مکان خالی پڑا ہے - مس پیرس کا بیٹہ نہیں تھمدا

اٹھا لگا دیوانہ کی طرح اڑھ آہر جھانکنے - بڑے لوپ بیٹھا ہوا تھا - پستیل

مکان اس کی طرف جھپٹا اور نہ نکرا سپر جھوٹا دیا - بد مویشی خیر - بی بی ویتج

مس پیرس میدان سے جھٹک گئی -

پڑھا گڑھ اتار رہا - مجھے مارے نہ تارکہ نہوگا - بانگل بقیہ -

لیکن ناتس نظام ارتھر متج نے کچھ لحاظ نہ کیا۔

پوپ کی لاش جب پھڑک پھڑک کر ٹھنڈی ہو چکی آرٹھر متج دینے لگے ہلکے ہلکے فورڈ کے میدان کی خاک اڑاتا مسن بریس کی تلاش میں پھرتا رہا۔

باب سوٹھواں

ہائے غضب

بعد اختتام جنگ ہمارا راجہ بیکانیر نے اپنے کیمپ میں ایک دربار منعقد کیا بڑے بڑے جوانان معیت شکن قطار در قطار ایستادہ ہیں۔ ہمارا راجہ صاحب طلائی کرسی پر بیٹھے ہوئے اس فغ کی خوشی میں پھولے نہیں سماتے۔ ہر سمت شادمانی کی بارش ہو رہی ہے۔ ہمارا راجہ مسٹر ٹام کی طرف آنکھ اٹھاتی۔ مگر اس جنگی جوان کی آنکھ چارہنوسکی۔ نیچے جھک گئی۔

ہمارا راجہ۔ (کر نل ایک سے) مسٹر ٹام! اس جنگ عظیم میں جس قدر تم نے دیری اور جان بازی دکھائی ہے اور جو بہادری کے کام کیے ہیں وہ بھی میں جانتا ہوں۔ میں تمھاری اس سرفروشی سے بہت خوش ہوں بتاؤ کیا انعام چاہتا ہے۔ کوئی جاگیر لینا پسند کرتا ہے۔

ٹام۔ حضور جو کچھ عطا فرما چکے ہیں وہی میری لیاقت سے بڑھکر ہیں۔ ہمارا راجہ۔ نہیں۔ نہیں یقیناً وہ انعام ضرور قبول کرنا چاہیے جو کوئی تاجدار اپنی خوشی سے دے۔

ٹام۔ (اپنے اوپر اتنی بڑی عنایت دیکھ کر) جناب عالی میں..... ہمارا اہلدار کر نل پچھو گئے کو تھا بکا یک کسی خیال سے ٹک گیا۔ اُسے سوچا یہ اچھا موقع ہے جو کچھ کہنا ہوا اسی وقت صاف صاف کیوں نہ کہہ دیا جائے۔ ٹام۔ پیر مرشد! میں مسٹر ٹام نہیں ہوں۔ بلکہ ملک و قوم کا ہی خواہ تاج بڑا نہ ہو تصدق ہوئے والا کر نل ایک ہوں۔ گو میں حضور کی نگاہ میں سرایا قصور ہوں مگر گستاخی معاف! یہ عرض کر دینے پر مجبور ہوں میں نے وہ قصور نہیں کیا ہے جسکی وجہ

ایک دور اندیش اور صنعت راجہ کی نگاہ میں سبک ہو جانا پڑے۔ اس قدر گناہ سے دامن ضرور آلودہ ہو گیا ہے کہ بے امتزاج اور بلا مافی قید توڑا کر بھاگ نکلا۔ مگر تاج برطانیہ کے ساتھ وفاداری دکھلانے اور ہندوستان کا نام اچھالنے کے لیے خاک سارنے اپنا تمام جسم وقف کر دیا تھا۔ یہ ایک ایسا پردہ تھا جس کے اٹھتے ہی تمام دربار میں سننا مچا گیا۔ کرنل ایک کے مخالف دانتوں میں اُنگلی دبا کر رہ گئے۔

ہمارا راجہ صاحب کچھ سوچ کر ارشاد فرمایا۔
”کرنل ایک اہم نے جو کچھ کیا قوم اور ملک کو نفع پہنچانے کے لیے کیا۔ میں تم سے بہت خوش ہوں۔ پھر بھی جب مسٹر لٹل کی طرف آنکھ اٹھ جاتی ہے اور اُسکی صاحبزادی مس بریس کا دھیان آ جاتا ہے رگون میں خون اٹھنے لگتا ہے۔ تو نے مسٹر لٹل کی چھو کر کی عصمت کس بیباکی سے بگاڑنا چاہی تھی۔ تو حیوانی جذبات کا مرتکب بنا۔“

اس کے جواب میں کرنل ایک کچھ کہا ہی چاہتا تھا کہ ایک شخص گردن جھکائے دربار میں آیا اور ہاتھ باندھ کر عرض کیا۔
”مس بریس دختر کچھ فریادے کر گئی ہے۔“

دربار میں خوشی بڑھ رہی تھی۔ ہر شخص فکر میں پڑ گیا۔ یہ لڑکی کون ہے اور کس کی فریاد لائی ہے۔ کرنل ایک شادان و فرحان اوس دوشیزہ کی طرف تیر نظر پھینک رہا تھا۔ اور ایک طرح کا خلیان پیدا ہو گیا تھا۔ دیکھیں اب کیا شگوفہ کھلنے والا ہے۔ خیر کچھ ہو مجھے تو اس وقت روحانی مسرت حاصل ہوئی ہو۔ وہ گم شدہ جہاں جس کے لیے جنگل بیابان کی خاک چھانتا رہا خود بخود ملیا۔ اس سے بڑھ کر اور کیا خوشی ہو سکتی ہے۔ اس کے علاوہ ہمارے نیک دل ہمارا راجہ پرافتخا ہو جائیگا کہ مس بریس کو مان باپ سے جد کرنے والا کوئی دوسرا ہی شخص ہے۔

مس بریس دربار میں لائی گئی۔ شرم سے اُسکی آنکھیں زمین میں گڑی جاتی تھیں۔

مس برس کو اسکی خبر نہ تھی۔ دربار میں کون کون لوگ ہیں۔ کاش اُسے معلوم ہوتا
 کر نل ایک بھی اس دربار میں موجود ہیں تو اسکی ساری افسردگی مٹ جاتی چہرہ
 پھول کی طرح کھل اُٹھتا۔ وہ جس طریقہ سے گردن ڈالے آئی اسی طرح آنکھ
 نیچی کیے کھڑی رہی۔ جب تک ہمارا راجہ صاحب نے یہ کہہ کر اسے اپنی طرف متوجہ
 نہ کر لیا۔

ہمارا راجہ صاحب۔ اودھز! کیا کہنا چاہتی ہے۔ کس نے تجھ پر عذاب
 نازل کیے۔

مس برس۔ پیر و مرشد! میں مسٹر مسٹر ایک چھوٹے سے زمیندار کی بے نصیب
 دفتر ہوں۔ ایک دن سر شام اپنی مہتابی پر بیٹھی ہوئی ہوا کھا رہی تھی۔ ایک
 دمن گیارہ برس کا لڑکا مہتابی پر چڑھ آیا اور مجھے دھوکا دے کر قریب
 کے گرجے تک لے گیا۔ گرجے کے ہر ایک ٹیلے پر ارہتر قج کے سکھاؤ
 ہوئے تین چار شخص بیٹھے تھے۔ انھوں نے اشارے سے کہا۔ اس
 گاڑی پر سوار ہو لو میں اذکا معاملہ دینا سمجھتی نہ تھی بے چون و چرا سوار ہو گئی
 چار دن شخص گاڑی کے آس پاس ہوئے اور وہ طفل جو مجھے ترغیب دیکر
 یہاں لایا تھا کو چین کا کام انجام دینے لگا۔ رات زیادہ ہو گئی تھی چاندنی
 چھلکی ہوئی تھی۔ اپنے موضع سے نکل کر ریگستانی وادیوں میں گزر رہا۔ چاروں
 طرف خارستان۔ بیابان۔ ہوا زور زور سے چل رہی تھی جس کے
 سبب سے بڑے بڑے درختوں کی شاخیں ٹکڑ ٹکڑ کھا کر عجیب عجیب
 آوازیں پیدا کر رہی تھیں۔ جنگلی جانوروں کی ہولناک صداؤں سے کلچم
 پاش پاش ہوا جاتا تھا۔

دو گھنٹے اسی عالم میں گزر گئے۔ اب کچھ نیند کا غلبہ محسوس ہوا۔ گاڑی
 میں لیٹ رہی۔ اور کچھ ایسی بے خبر سوئی کہ مجھے اپنے تن بدن کا ہوش
 نہ رہا۔ جب آنکھ کھلی میں نے دیکھا ایک چھوٹی سی کوٹھڑی میں ایک
 پرڑی ہوئی ہوں۔

صبح ہو گئی تھی۔ آفتاب مشرقی گوشے میں بیٹھا ہوا اہل دنیا کی ہستی پر

ہنس رہا تھا۔ جوانی پرندے درختوں پر بیٹھے ہوئے خوشی کا راگ الاپ رہے تھے۔ مگر مجھے کچھ دلچسپی نہ تھی۔

اسی طرح تین آئینے اس بیابان کی ہوا کھاتی رہی۔ اس جنگل میں بجز ایک بڑھے پوپ کے دوسرے انسان کی شکل دیکھنے میں نہ آئی۔ البتہ وہ دغا باز آرٹھر وینچ صبح و شام مجھے آکر دق کیا کرتا تھا اور کہتا تھا کہ تو یہاں سے جب ہی نکل سکتی ہے جب میرا کمان لے۔ یعنی میرے ساتھ شادی پر راضی ہو جا۔ بڑھے پوپ کی وجہ سے شاید وہ زبردستی نہیں کر سکتا تھا۔ اس لیے ایک دن اُسے بہانہ کیا۔ چلو میں تمہارے مکان پر چھوڑاؤں میں بد نصیب پھر ادسکی باتوں میں آگئی۔ وہ دغا باز مجھے ساتھ لے کر ہوئے ایک دوسرے مقام پر آیا اور لگا جھپٹ کرنے اور سبز باغ دکھانے جب اوسکارنگ نہ چڑھ سکا۔ لگا دھمکانے۔ اسی روز سے میں نے سمجھ لیا ضرور مجھے ہلاک کر دے گا۔ مجھے فکر لگی۔ کسی طرح موقع پاؤں اور بھاگ کھڑی ہوں۔ مجھے یہ خبر معلوم ہو گئی تھی کہ یہاں کہیں قریب ہی حضور کا کیمپ ہے کل شب کو موقع پا کر وہاں سے نکسک آئی۔ مہاراجہ صاحب ایہاں سے کوئی چار میل کی مسافت پر ایک غریب پوپ کا مسکن ہے۔ میں سمجھتی ہوں میرے بھاگ آنے سے اوس غریب کی بہت بڑی خرابی ہوئی ہوگی۔

ہاں جبوقت میں وہاں سے چلی رات ہو گئی تھی۔ جنگلی جانوروں کا خوف سہایا ہوا تھا ناچار ایک جگہ ٹھہر گئی اور تمام رات درخت کے خول میں بیٹھی امداد کیا کی۔ اور آخر کرتی تو کیا کرتی۔ جان بہت پیاری ہوتی ہے۔ اس لیے وہاں پڑا رہنا ہی غنیمت ہو گیا۔ آج گردم وہاں سے اٹھی اور خداوند مسیح کا نام لیتی ہوئی جانب کیمپ روانہ ہوئی۔ کوئی پانچ گھنٹہ میں اُفتان و افراں آپ کے پاس آئی فریاد کرتی ہوں حضور میری داد رسی پر توجہ فرمائیں اور اس کینجٹ جھا شکار (آرٹھر وینچ) کو کافی سزا دیں۔ جسے مجھ سے در بدر کی خاک چھنوائی۔ کاش بھاگ نہ نکلتی تو کبھی جان نہ ہوتی۔ فوراً وہ مجھے مار ہی ڈالت۔

مس بریس کی اسپینج اچی حتم ہوئی تھی کہ آرٹھروئج کا باپ ہمارا راجہ صاحب
بیکا نیر کی ایک بلڈن کا رسالہ لکھا اور اتفاق سے اس وقت دربار میں بیٹھا ہوا
تھا۔ شور مچانے لگا۔

خداوند - غور۔ بالکل بہتان۔ آرٹھروئج اس تماش کا آدمی نہیں۔ بھاری
بغیر کسی کام کے کبھی گھر سے باہر نہیں نکلتا۔
ہمارا راجہ صاحب بیکا نیر نے آرٹھروئج کے باپ کو خاموش رہنے کا حکم دیا اور
مس بریس سے فرمایا۔

”تم اپنی باتوں کا ثبوت بھی دے سکتی ہو۔“
مس بریس - خداوند! میں آپ سے پہلے ہی عرض کر چکی کہ تین ماہ تک آرٹھروئج نے
سلسبزی کے قریب ایک پوپ کے مکان میں قید کر رکھا تھا۔ مجھے یقین ہے
پوپ صاحب ان باتوں کی شہادت دینے کے لئے اس معاملہ ادنیٰ آنکھ کا دیکھا ہوا ہے
کہ آرٹھروئج میرے ساتھ کس طرح کے سلوک کرتا تھا۔

ہمارا راجہ صاحب - بس کرو۔ آرٹھروئج کی بدینتی تیری باتوں سے ٹیک ہی
ہے۔ (کرنل ایلیکس) ہم یقین عاف کرتے ہیں۔ کیونکہ عورت بھگائے
جانے کا جرم بغیر عاید نہیں ہوتا اور نہ تم نے کسی جرمن جاسوس سے سازش
ہی کی یہ کل طور آرٹھروئج شیطان کی ذات سے پیدا ہوئے۔ وہ مس بریس
کو اپنے جال میں پھانس لینے کی کوشش کرتا تھا۔

ہمارا راجہ صاحب کا اتنا کہنا تھا کہ شرم سے مس بریس کی جھکی ہوئی گردن
اوپر اٹھ گئی۔ کرنل ایلیکس سے چار آنکھیں ہوتے ہی مس بریس کے
سائغر چشم سے آنسو ابل پڑے۔ جنم بھر بھڑکی سوار ہو گئی۔ آنکھوں میں
اندھیرا چھا گیا۔ اور وہ بیٹھنے کی بہت کوشش کرنے پر بھی چکر کھانے
زمین پر گر پڑی۔ اس وقت کرنل ایلیکس کب ممکن تھا کہ مس بریس کو
اس حالت میں دیکھتے اور خاموش کھڑے رہتے۔ اپنی جگہ سے اٹنے
پڑھے اور لپک کر مس بریس کا سراپنی آغوش میں لے لیا۔

یکایک دربار میں شور مچ گیا اور ساتھ ہی یہ کہنا ہوا ایک یڑھا

دربار میں گھس آیا۔

”میرا منہ بولا بیٹا! میرا بیٹے رط کا کہہ رہے ہیں۔“
اہالیان دربار کی نظر میں بڑھے کی طرف اٹھ گئیں۔ ہمارا جہ صاحب نے فرمایا۔

”کیون بڑھے کیا چاہتا ہے اپنا قلم بیان کر۔“
جب وہ اپنی داستان ختم کر چکا۔ لوگوں کو معلوم ہوا کہ رابرٹ ہنزوز عرف ہزارڈ کے خزان میں سرری ہو گیا ہے۔

رابرٹ ہنزوز بغل ہی میں کھڑا تھا۔ ہمارا جہ صاحب فرمایا
”تم اپنے دینی باپ کے ملکر اسے کیجے کو ٹھنڈا کرو۔“

لیکن وہاں رابرٹ ہنزوز کہاں وہ تو مردانی برزخ میں مس بریس کی
سہیلی میری تھی۔ ہمارا جہ صاحب بیکانیر کی اجازت سے مس میری نے اپنی
داستان چھیڑ دی۔

خداوند! میں مرد نہیں ہوں۔ بلکہ ایک غریب زمیندار کی بیٹی مس میری
ہوں۔ ضرورت دیکھ کر میں نے اپنی برزخ تبدیل کر دی اور مردانی پوشاک
پہن کر کرنل الیک کی جستجو میں مکان سے نکلی۔

تمام دربار حیرت و استعجاب کے بخنور ہیں غوطے کھانے لگا۔ لوگ حیران و
شہد رہ گئے کہ ایک عورت ہو کر جنگی سرکین میں شریک رہی اور کرنل
الیک کا دست و بازو بن کر ہمدردی دہری کے وہ وہ جو ہر دکھلائے ہو کسی مرد
تجربہ کار سے بھی ہونا غیر ممکن تھے۔

ہمارا جہ صاحب اس بہادر عورت کی بہت ادبیت کی تعریف کرتے
رہے اور فرمایا۔

”دنیا میں ایسی عورتیں بھی موجود ہیں جو ملک اور قوم کے لیے سپر
بن جاتی ہیں۔“

لیکن اس بڑھے لکھن کا بہت بُرا حال ہوا۔ سینے پر دو ہتھ مار کر
روئے لگا۔

دفعہ ایک ہیبت ناک شخص خمیر بدست بڑبڑاتا ہوا دربار میں ٹھس گیا۔
 اور آتے ہی اپنی تلوار میں لپس کے کلچے میں پیوست کردی۔ مس بریس
 ایک بار زور سے جیچی اور کچھ کہنے بھی نہ پائی تھی کہ اداس کی روح جسد خاکی سے
 نکل کر ہوا میں ملگئی جسم ٹھنڈا ہو گیا۔ لینا۔ لینا۔ پروردگار کی صداؤں سے تمام ہمارے
 گونج اٹھتا۔

مس بریس کا قاتل فوراً گرفتار ہو گیا۔ لوگوں نے پہچان کر وہ ارتھر وچ پھا
 فوراً جلا دے حوالے کیا گیا۔

ادھر مقتول مس بریس کی جیس و حرکت لاش دیکھ کر میری نے بھی اپنی
 کمر سے بندوق نکالا اور چھاتی کا نشانہ باندھ کر گھوڑا دوادیا۔

اس وقت کرنل ایک کی آنکھوں سے زار و قطار آنسو نکل رہے تھے
 رہنما دستور ہوا۔ مضطرب و سراپہ گی کی حالت میں مس بریس اور میری
 کی لاشوں پر گریہ پڑا اور لگا بھوٹ بھوٹ کر رونے لگا۔

حیف در چشم زدن محبت یا ر آخر شد
 روسے گل سیر نہ یریم بہار آخر شد

ترجیع بند لڑیہ مومن بے پایہ مترجم

یہ گلستان سرائے تراشا نہیں رہا	وہ لوہا سا رکشن و گینا نہیں رہا
افس کوئی پردہ نشین پردہ درہن	وہ مہسن جس سے عشق ہو سنا نہیں رہا
لے چرخ چاہنے سے رہو جہانہ کو	کیا چاہیں روزگار نشا نہیں رہا
کس کو گلے لگائے لے شوق پکار	وہ خوش گلو سے سیدہ شمع نہیں رہا
اپنی فراہیوں کو کہاں جا کے روئے	وہ شمع روئے انجمن آرا نہیں رہا
حیف اپنی تلخی کا میاں شوریدہ طاقی	جس سے کہ زہری کا مڑا تھا نہیں رہا
کس سے بنا ہے کہ موائے وفات کے	وہ دنیا میں ہائے نام وفا کا نہیں رہا
اب کس کو دیکھئے کہ کسی کو نہ دیکھئے	وہ پردہ سوز چشم کا شا نہیں رہا

ہر دم چین آؤدہ آؤدہ تم سے ملتی
 یہ آب و تاب حسن ہی ہے تم سے ملتی
 آہ وہ بہادر کرنل ایک جس کی آنکھوں سے کبھی دو بوند پانی نہیں گرا۔
 آج وہ بچوں کی طرح ہلک ہلک کر رہا ہے۔ وہی ایک بیک نیل جس کو
 بچپن کے زمانے سے ملک و قوم کی ترقی ملحوظ تھی۔ وہی جنگجو دیر جس نے
 اس عالمگیر جنگ میں اپنی شجاعت و بہادری کے جوہر دکھا کر جرمنوں کے
 حوصلے ہست کر دیے۔ آج کس طرح بیکراری کے ساتھ رہ رہا ہے۔
 مس بریس اور میری کی لاشیں قبرستان میں بھی گئیں اور بہادری کے مراسم
 مذہبی دفن کر دی گئیں۔

ان دونوں کی موت کا تذکرہ اخباروں میں چھپ گیا۔
 بیٹی کی فکر میں مسٹر لٹل بہادر بڑے گئے اور دو مہینے چار پائی توڑنے کے بعد
 وہ بھی آفت ہستی سمیت کہ ملک جاؤدانی کو چھوڑ دیے۔
 چارے ناظروں میں فطرت کو نہ چھوڑے ہوئے وہ بھی ان جو انامرگ
 عورتوں کی خبر سن کر بہت ہی پریشان ہوئی۔

کیا اعتبار دہر کا عمرت کی جائے ہے
 عشرت سرا بھی کبھی قائم مرائے ہے
 اب ہم صرف اس قدر لکھ کر قصہ ختم کرنا چاہتے ہیں کہ قوم اور ملک کا ہوا خواہ
 مسٹر ایک بعد برخاست اور باروہاں سے اٹھ کر فنا اجاے نہ کہ ہر جلد تلاش
 لکھنے پر بھی ادنیٰ صورت دیکھنا نصیب نہ ہو۔ فرانس۔ انگلستان۔ ہندوستان
 اور امریکہ وغیرہ بڑے بڑے ملکوں میں ہمارا جہ صاحب بیکانیر کے اعلیٰ عہد یدار
 خاک چھانٹے پھرے مگر اس دہانہ کا کہیں سراغ نہ لگا۔
 قصہ ختم ہو گیا ہم بھی کسی دوسری جگہ سر کو جانتے ہیں۔ اگر حیات باقی ہے اور
 آپ کی حیاتیتن ہمارے اوپر سبزوئی رہیں تو پھر آپ ملیں گے۔
 اس ناول میں عمرت دہر کا جہ صاحب بیکانیر کے ایک چھوٹے ٹپ سے

کرنل کی اولاد میں بیان کی گئی ہیں۔ اگر ہمارا راجہ صاحب نے اس کتاب کو اپنی لائبریری میں جگہ دیدی اور مصنف کا حوصلہ بڑھا دیا تو انشاء اللہ کسی دوسری کتاب میں مفصل حالات درج کیے جائیں گے۔ والسلام

تمام شد

شمس لطیف لکھنؤ محلہ بلوچ پورہ میں محمد شمس الدین پرنٹر نے باہ و ستمبر ۱۹۲۰ء چھاپا اور منشی صدیق احمد صاحب مالک صدیقی بک ڈپو۔ آمین آباد لکھنؤ پبلیشر نے شائع کیا۔

چیدہ چیدہ کتابیں

اقول سر افرسانی - ایوری میں ہزاروں ڈیکو - رعایتی قیمت ۱۴/-

بیگمات بنگال - قیمت ۶/-

نسائی قریبانیان - قیمت ۸/-

سیاحت زمین - جو لیس درن کے ناول کا اردو ترجمہ علی قیمت ۱۵/- رعایتی ۱۵/-

غاربسات طرابلس - (ترجمہ محمد شوکت علی صاحب بی اے) ٹرکس ان ٹرپوں کا

رجہ - افسران عثمانی کا اٹھارہ موجودہ حالات - شہزادے عثمانی و جاہدین عرب کی

مزدوشیان قیمت ۱۲/- رعایتی ۱۲/-

نیدر علی پٹنہ سلطان - سمیت و شجاعت کی بدولت سلطنت حاصل کرنا

بیت علی رعایتی ۹/-

شہزادستان گواہان - اگر سیاسی مقدمہ فی حالات حالات دیکھنا ہو تو اسے ضرور

پہنچے - قیمت ۱۲/- رعایتی ۱۲/-

صدیق - بک ڈپو - آمین آباد لکھنؤ

دبچپ ناول

حجاج بن یوسف

جرجی زیدان آڈیو لبریری کے ایک مشہور تاریخی ناول کا ترجمہ جس میں خلیفہ عبدالملک کی پالیسی، حجاج بن یوسف کے مظاہر حجاج اور عبداللہ ابن زبیر کا معرکہ، کعبہ کا محاصرہ، عبداللہ ابن زبیر کی شہادت، حسن نامی ایک عرب کی ایک مشہور لڑکی صبیہ پر عاشق ہونا، حبر و درال کے فرسے، رزم بزم کے عین اس زمانہ طریق جنگ، رسم و رواج، حسن کا انتقال اور اسکی کامیابی جس کا ترجمہ سید ظہور احمد دہی نے کیا ہے ۲۰۰۰ جلد کے سفید امریکن کاغذ پر چھاپا ہے۔ تاشیل رنگین، دلنغیب حجم و دعائی سو فیصد سے زائد تیرہ ارب روپے تقاضا نوی کے قلم سے ایک دبچپ ناول جو اصلاح معاشرت کی غرض سے لکھا گیا ہے جس میں اس بات پر زور دیا ہے کہ اچھا و خیال مرد و عورت اپنے ہر خوش حال زندگی کے لیے سب سے زیادہ ضروری ہے لیکن والدین اکثر اس بات کو نظر انداز کرتے ہیں یا جن لوگوں کی شادی نہیں ہوئی وہ اسے ضرور پڑھ لیں تاکہ بعد میں پچھتاہٹ نہ پڑے کیا چھائی ویدہ قریب۔ زبان بہت ہی دلکش ہے۔ ادبی نقطہ نظر سے اس میں کچھ نہ کچھ نئی تراش خراش ہے قیمت چھ آنہ.....

جالی فقراء کی پالیسی غلام و غلام و غلام کا پردہ فاش کیا گیا ہے جو لوگ خواہ مخواہ ہیں کہ ان کی جالوں سے محفوظ رہیں وہ اس کتاب کو پڑھ کر دیکھیں اور اپنے مال کو عزت آبرو کو ان بدکردار لوگوں سے بچائیں ان واقعات جان لینے کے بعد آپ کو حیرت ہوگی کہ ملک میں اس قسم کے بدعاش موجود ہیں یہ کوئی عاشقانہ ناول نہیں ہے ڈاکٹر محمد حنیف اس قسم کے واقعات آگے ہیں بلکہ اسے مالک نے یہودی عوام کے لیے طیار کر لیا ہے قیمت.....

عیار قیر

ملنے کا پتہ

شیخ صدیق بکڈپو۔ این آباد۔ لکھنؤ

(حضرت مطبوعہ مدنی پریس نئی آباد لکھنؤ شہر)